COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

لاس کا دوسرا جنم

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

- لاش کا دوسرا جنم
- جہاں مُردے جیتے تھے
- سانپ خوشبو پر آگیا
- سازش کا خونی جال
- شاہی لاش کا راز

قیمت - ۵۰/۷ روپے

پیارے دوستو!

عنبر قدیم مصر کی پُراسرار شہزادی ماتری کے ساتھ ماڈرن زمانے کے لاہور شہر کی ایک کوٹھی کے باہر آدھی رات کو درختوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ ڈاکو اس کوٹھی میں داخل ہوتے ہیں۔ پُراسرار شہزادی ماتری اصل میں مر چکی ہے اور لاش کی شکل میں اپنا دوسرا جنم شروع کرنے یہاں لاہور کی اس کوٹھی کے پاس آئی ہے جس میں بالکل اسی کی شکل والی ایک لڑکی غزالہ رہتی ہے۔ غزالہ کو آج رات ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہے اور پھر اس کی لاش میں ماتری کو داخل ہو کر دوبارا زندہ ہو کر اپنا دوسرا جنم شروع کرنا ہے۔ ڈاکوؤں کے شور سے غزالہ کی آنکھ کھل جاتی ہے اور ڈاکو اسے زخمی کر دیتے ہیں۔ ماتری ہسپتال سے اس کی لاش کے آنے کا انتظار کر رہی ہے۔ عنبر بھی اس کے ساتھ ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے معلوم ہے کہ غزالہ زخموں کی تاب نہ لا کر مر جائے گی۔ پھر ایمبولینس میں غزالہ کی لاش آتی ہے مگر عنبر وہاں نہیں ہے اور ماتری کو لاش میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ لاش کمرے میں اکیلی ہے اور وہاں سوائے لاش کے اور کوئی نہ ہو۔ مگر لاش اکیلی نہیں چھوڑی جاتی۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ خود پڑھیے گا۔

آپ کا

اے حمید

لاش کا دوسرا جنم

نقاب پوش ڈاکو ڈرائنگ روم میں آ گئے۔

انہیں اس کمرے کی تلاش تھی جہاں زیوروں والی تجوری تھی اندھیرے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ دوسرے کمرے میں داخل ہونے کے بعد ڈاکوؤں نے غسل خانے کے دروازے کے ساتھ ہی ایک دروازہ دیکھا جو بند تھا۔ دونوں ڈاکوؤں نے کان لگا کر سنا۔ دوسرے کمرے میں خاموشی تھی۔ انہیں گھر کے نوکر نے جو اطلاع دی تھی اس کے مطابق تجوری اسی کمرے میں تھی۔ ڈاکوؤں کے پاس دروازے کی چٹخنی کھولنے اور توڑنے والے اوزار موجود تھے۔ ایک ڈاکو نے لوہے کا تار نکال کر دروازے کے تالے والے سوراخ میں ڈال کر گھمایا۔ کٹک کی آواز کے ساتھ تالا کھل گیا۔ دروازے کا ایک پٹ آہستہ سے کھول کر وہ اندر داخل ہو گئے۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔ دوسرے ڈاکو نے چھوٹی ٹارچ نکال کر روشن کی۔ لوہے کی ایک بڑی تجوری یعنی الماری دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ وہ الماری کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پاس آ گئے۔ اس الماری کو نمبروں والا تالا لگا تھا۔ گھر کے نوکر نے انہیں کسی نہ کسی طرح الماری کے تالے کے نمبر معلوم کرکے بتا دیئے تھے۔ ڈاکوؤں نے نمبر ملا کر تالا کھول دیا۔ الماری کے ایک خانے میں سونے کے زیورات اور سو سو کے نوٹوں کی گڈیاں پڑی تھیں۔ انہوں نے جلدی جلدی زیورات اور نوٹ ایک تھیلے میں ڈالنے شروع کر دیئے۔

اچانک ایک ڈاکو کے ہاتھ سے لوہے کا پلاس فرش پر گر پڑا۔ اس کی آواز پیدا ہوئی اور ساتھ والے کمرے میں سوئے ہوئے گھر کے مالک کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے گھر کی بتیاں روشن کر دیں۔ ڈاکو باہر کو بھاگے۔ چور چور چور کا شور مچ گیا۔ ماتری کی ہم شکل لڑکی جس کا نام غزالہ تھا اپنے کمرے سے شور سن کر نکلی تو ڈاکوؤں کے سامنے آ گئی۔ اس نے ایک ڈاکو کو پکڑ لیا۔ ڈاکو نے پہلے تو اپنے آپکو چھڑانے کی کوشش کی۔ جب ایسا نہ کر سکا تو جیب سے خنجر نکال کر غزالہ کی گردن میں گھونپ دیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑی۔

ڈاکو فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

کوٹھی کی بتیاں روشن ہوتے دیکھ کر ماتری نے عنبر سے کہا

"اب ڈاکو باہر کو بھاگیں گے۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ دونوں ڈاکو ڈرائینگ روم میں سے نکلے۔

بھاگ کر لان کی جھاڑیاں کو پھلانگا اور کوٹھی کے گیٹ میں سے بڑی تیزی سے نکلتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ کوٹھی میں اک شور مچا ہوا تھا۔ ساتھ والی کوٹھیوں کے لوگ بھی جاگ پڑے اور اس کوٹھی کی طرف بھاگے جس میں ڈاکہ پڑا تھا۔

عنبر نے ماتری سے پوچھا:

"اندر کیا ہوا ہے؟"

ماتری نے کہا:

"ایک ڈاکو نے میری ہم شکل غزالہ کی گردن میں خنجر گھونپ کر بڑا کاری زخم لگا دیا ہے۔"

اتنے میں کوٹھی کے ڈرائینگ روم میں سے غزالہ کا باپ اس کی ماں اور نوکر غزالہ کو اٹھائے باہر نکلے۔ غزالہ کی گردن سے خون بہہ رہا تھا اور وہ بے ہوش تھی۔ ڈرائیور نے تیزی سے گیراج میں سے گاڑی نکالی۔ غزالہ کو گاڑی میں ڈالا اور کار اسے لے کر ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔

عنبر نے پوچھا:

"تم اب کس بات کا انتظار کر رہی ہو ماتری؟"

ماتری نے کہا:

"غزالہ کے مرنے کا انتظار کر رہی ہوں۔ جب وہ مر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جائے گی تو میں اس کے جسم میں داخل ہو جاؤں گی اور وہ پھر سے زندہ ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر میں وہاں پولیس آ گئی۔ انسپکٹر ڈاکوؤں کے پاؤں کے نشان تلاش کرنے لگا۔ عنبر اور ماتری درختوں کے نیچے بیچ پر اندھیرے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے دیکھا کہ انسپکٹر پولیس دوسرے دو سپاہیوں کے ساتھ اس طرف چلے آ رہے ہیں جدھر عنبر اور ماتری چھپے ہوئے تھے۔

ماتری نے کہا:

"یہ لوگ ہمیں ڈاکے اور قتل کے جرم میں پکڑ سکتے ہیں میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ کیوں کہ مجھے غزالہ کی لاش کا یہاں انتظار کرنا ہے۔ میں کہیں اور جا کر چھپ جاتی ہوں تم بھی کسی دوسری جگہ جا کر چھپ جاؤ۔"

یہ کہہ کر ماتری جھاڑیوں میں سے نکل کر درختوں میں غائب ہو گئی۔ عنبر جھاڑیوں میں سے نکل کر درختوں کی طرف جا رہا تھا کہ پولیس انسپکٹر نے اسے دیکھ لیا اور پستول نکال کر بولا:

"خبردار — وہیں رک جاؤ نہیں تو گولی چلا دوں گا۔"

عنبر اس خیال سے رک گیا کہ ماتری کو وہاں سے فرار ہونے کا موقع مل جائے۔ انسپکٹر نے عنبر کو قابو کر لیا۔ اس کی تلاشی

لی تو اس کے پاس سے ماتری کا دیا ہوا موتیوں کا قیمتی ہار نکلا۔ انسپکٹر کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ ڈاکو ہے جس نے ابھی ابھی سامنے والی کوٹھی میں ڈاکہ ڈالا ہے۔ عنبر کو گرفتار کر کے ہتھکڑی لگا دی گئی۔

"اسے تھانے لے چلو۔"

موتیوں کا ہار انسپکٹر نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ عنبر کو اس بات کی خوشی تھی کہ ماتری کی طرف پولیس کی توجہ نہیں گئی اور وہ گرفتار ہونے سے بچ گئی ہے۔ اس کا گرفتاری سے بچنا بہت ضروری تھا۔ پولیس عنبر کو گاڑی میں بٹھا کر لے گئی۔

ماتری باغ کی دوسری طرف درختوں کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ اس نے عنبر کو گرفتار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اسے افسوس ہوا تھا کیوں کہ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ قربانی عنبر نے اس کے لیے دی ہے۔ افسوس اسے اس بات کا تھا کہ اب وہ عنبر کو نہ دیکھ سکے گی۔ وہ اب ماتری کی شکل میں نہیں بلکہ غزالہ کی شکل میں دوسرے جنم میں آ کر زندگی بسر کرے گی اور عنبر کو نہ پہچان سکے گی۔ وہ غزالہ کی لاش کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ ماتری کی ہم شکل غزالہ کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔ ماتری کو معلوم تھا کہ وہ زندہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں آئے گی اور ابھی اس کی لاش واپس آئے گی۔

ماتری لاش کا انتظار کر رہی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد غزالہ کے باپ کی گاڑی اور ہسپتال کی ایمبولینس کوٹھی میں داخل ہوئی۔ اس کی ماں اور چھوٹی بہن زار و قطار رو رہی تھیں۔ باپ اپنے آنسو پونچھتا غم سے نڈھال کار سے باہر نکلا اور پھر غزالہ کی لاش ایمبولینس سے باہر نکال گئی۔ لاش سفید چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ کوٹھی میں کہرام مچ گیا۔ ماتری یہ سب کچھ خاموش نظروں سے دیکھ رہی تھی اس وقت اگر گھر کا کوئی آدمی درختوں میں آکر ماتری کو دیکھ لیتا تو دہشت کے مارے چیخ مار کر بھاگ جاتا۔ کیونکہ وہ دیکھتا کہ غزالہ کی لاش کوٹھی میں پڑی ہے اور غزالہ زندہ حالت میں درختوں کے پاس کھڑی ہے۔

غزالہ کی لاش کوٹھی کے ڈرائینگ روم میں رکھ دی گئی اس کی ماں اور بہن اس کے سرہانے بیٹھ کر روتے ہوئے قرآن شریف پڑھنے لگیں۔ اس کے باپ نے فون پر کراچی پنڈی اور حیدر آباد میں سب رشتہ داروں کو غزالہ کی موت کی خبر کر دی۔ ہمسائے کی عورتیں اور مرد بھی افسوس کرنے وہاں جمع ہو گئے۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ ہمسایہ عورتیں اور مرد اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ جنازہ صبح دس

بجے اُٹھنا تھا۔ غزالہ کی ماں اور بہن سر جھکائے لاش کے پاس بیٹھی تھیں اور قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ غزالہ کا باپ سر ہاتھوں میں تھامے کرسی پر بیٹھا آنسو بہا رہا تھا۔

ماتری درختوں میں سے چپکے سے نکلی اور کوٹھی کی طرف بڑھی۔ اس نے برآمدے میں آکر جھانک کر اندر دیکھا۔ لاش کے پاس غزالہ کے ماں باپ اور بہن بیٹھی تھیں۔ اب ماتری کو ڈرائینگ روم میں جا کر لاش کے جسم میں داخل ہونا تھا۔ مگر اس کے لیے ضروری تھا کہ کمرے میں سوائے لاش کے اور کوئی نہ ہو۔ یہ بڑا نازک لمحہ تھا کیوں کہ اگر یہ لوگ لاش کو تنہا نہیں چھوڑتے تو صبح ہونے تک دوسرے لوگ بھی آ جائیں گے۔ پھر لاش کو قبرستان لے جا کر دفن کر دیا جائے گا اور ماتری کے لیے لاش کے جسم میں داخل ہونا مشکل ہو جائے گا۔ ماتری یہ چاہتی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے صبح ہونے سے پہلے پہلے غزالہ کی ماں بہن اور باپ لاش کو اکیلی چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلے جائیں اور وہ اندر جا کر اپنا خاص منتر پڑھے۔ جادو پھونکے اور لاش کے جسم میں داخل ہو کر دوسرے جنم میں داخل ہو جائے اور لاش کو زندہ کر دے۔ مگر بھلا جس باپ کی اور جس ماں کی بیٹی اور جس لڑکی کی بڑی بہن کی لاش سامنے پڑی ہو اسے کہاں نیند

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آتی ہے اور وہ کہاں لاش کو چھوڑ کر جاتے ہیں؟

ماتری برآمدے میں پریشانی سے ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑی تھی کہ ایک کار کوٹھی کے گیٹ کی طرف آتی دکھائی دی۔ ماتری برآمدے سے نکل کر کوٹھی کے پیچھے جھاڑیوں میں جا کر چھپ گئی۔ عزالہ کی موت کا سن کر اس کے رشتے دار آتے تھے۔ رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد کچھ اور رشتے دار آ گئے۔ اسی طرح دن نکل آیا۔ ماتری کی ساری سکیم فیل ہو گئی تھی۔ وہ لاش کے جسم میں داخل نہیں ہو سکی تھی۔ اب تو لاش کا اکیلا ملنا ناممکن تھا۔ ڈرائینگ روم میں لاش کے گرد سارے رشتہ دار بیٹھے تھے۔ ماتری کو اب مجبوراً لاش کے قبر میں دفن ہونے کا انتظار کرنا تھا۔

سارا دن کوٹھی میں سوگ کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ جنازے کو دس بجے لے جانا تھا مگر کراچی سے عزالہ کے ماموں ابھی نہیں آئے تھے۔ انہیں جہاز نہیں مل سکا تھا۔ اسی طرح سارا دن گذر گیا۔ ماتری بہت پریشان تھی۔ اس کو چھپنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ اس کی شکل عزالہ سے ملتی تھی۔ اگر اسے کوئی دیکھ لیتا تو ماتری اپنا دوسرا جنم عزالہ کے روپ میں شروع نہیں کر سکتی تھی۔ سب لوگ یہی سمجھتے کہ عزالہ مر گئی ہے مگر اس کی ایک

ہم شکل لڑکی مل گئی ہے۔ لیکن ماتری کا دوسرا جنم عزالہ کی ہم شکل لڑکی کی حیثیت سے نہیں بلکہ عزالہ کی شکل میں ہی شروع ہو سکتا تھا۔

ماتری جھاڑیوں میں سے نکل کر کوٹھیوں سے دور اینٹوں کے ایک بھٹے کی دیوار کے پاس آ کر چھپ گئی تھی۔ اب وہ عزالہ کے جنازے کے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے یہ بھی ڈر تھا کہ کوئی اسے دیکھ کر یہ شور نہ مچا دے کہ جو لڑکی مر گئی ہے وہ اس جگہ چھپی ہوئی بیٹھی ہے۔

دن گذرتا گیا۔ سورج غروب ہونے لگا۔ پھر شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا۔ اندھیرا ماتری کے لیے بڑا اچھا تھا۔ وہ اندھیرے میں اینٹوں کے بھٹے سے نکل کر دوبارا عزالہ کی کوٹھی کے سامنے والے درختوں میں آ کر چھپ گئی۔ اتنے میں شور مچا کہ کراچی سے عزالہ کا ماموں آ گیا ہے۔ ایک بار پھر اس کوٹھی میں رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس کے بعد جنازہ لے جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ماتری کو اسی گھڑی کا انتظار تھا۔

عزالہ کا جنازہ اٹھا۔ محلے کے لوگ اور رشتہ دار روتے ہوئے ساتھ ہوئے اور جنازہ قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ علاقہ لاہور شہر کے ماڈل ٹاؤن کے شمال کا علاقہ تھا اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کا قبرستان وہیں تھوڑے فاصلے پر ایک کھلے میدان میں تھا جہاں کیکر اور نیم کے درختوں کے جھنڈ اُگے ہوئے تھے۔ ماتری بھی کچھ فاصلہ ڈال کر جنازے کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ شام کا اندھیرا رات کے اندھیرے میں گم ہو رہا تھا۔ جنازہ قبرستان میں داخل ہو گیا۔ جنازے کے ساتھ روشنی کیلئے دو گیس بھی تھے۔ قبر پہلے سے تیار تھی۔ قبرستان کی جنازگاہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر غزالہ کی کفن میں لپٹی ہوئی لاش کو اس کے عزیزوں اور باپ نے مل کر روتی آنکھوں کے ساتھ قبر میں اتار دیا۔ اوپر مٹی ڈال کر قبر بنا دی گئی۔ فاتحہ پڑھا گیا اور سب لوگ واپس اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

جب قبرستان میں ہر طرف گہری خاموشی چھا گئی اور قبر کھودنے والے بھی دُور اپنی کوٹھڑیوں کی طرف چلے گئے تو ماتری جنازگاہ کے پیچھے سے نکلی اور ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی قبر کے پاس آ گئی۔ وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ قبر پر گلاب کے تازہ پھولوں کے ہار پڑے تھے۔ ماتری اب وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے پاس قبر کھودنے کے لیے کوئی کدال وغیرہ نہیں تھی۔ مگر چونکہ قبر ابھی تازہ تھی اس لیے اس کی مٹی نرم تھی۔ ماتری دونوں ہاتھوں سے قبر کی مٹی ہٹانے لگی۔ آدھے گھنٹے کی سخت محنت کے بعد قبر میں

ایک طرف گہرا اور چوڑا سوراخ بن گیا۔ ماتری تھک گئی تھی اور اسے پسینہ آ گیا تھا، پھر بھی وہ قبر کو اور زیادہ کھودتی چلی گئی۔ اب اسے لحد میں سے غزالہ کی لاش کا سفید کفن دکھائی دینے لگا۔ اس نے تیزی سے مٹی ادھر ادھر ہٹانی شروع کر دی۔ آخر لحد صاف ہو گئی۔ غزالہ کی پوری لاش کفن میں لپٹی ماتری کے سامنے پڑی تھی۔ اب ماتری نے اپنا عمل شروع کر دیا۔ اس نے غزالہ کی لاش کے چہرے پر سے کفن ہٹا دیا۔ ماتری اپنی شکل دیکھ کر ایک بار تو دنگ ہو کر رہ گئی۔ وہی سنہری بال، نیلی آنکھیں اور ستواں ناک — فرق صرف یہ تھا کہ ماتری زندہ حالت میں تھی اور اس کے سامنے اس کی ہم شکل ماتری مردہ پڑی تھی۔ ماتری نے غزالہ کی لاش کے ماتھے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ وہ منہ ہی منہ میں منتر پڑھ رہی تھی۔ پھر اس کی آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئی۔ اس کے بعد وہ پھر منہ میں منتر پڑھنے لگی۔ جب اس نے پورے منتر پڑھ لیے تو غزالہ کی لاش کے اوپر بالکل سیدھی ہو کر لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔

لاش کے اوپر ماتری لیٹی تو قبر میں دو بار کسی کے سسکی لینے کی آواز سنائی دی۔ پھر قبر یوں ایک دو بار ہلی جیسے ہلکا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سا زلزلے کا جھٹکا آیا ہو۔ پھر ماتری کے جسم نے پگھل کر عزالہ کے جسم میں جذب ہونا شروع کر دیا۔ یہ بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے لاش کے اوپر برف کا ڈلا رکھا ہوا ہو اور گرمی میں اس کا پانی پگھل پگھل کر لاش کے جسم میں جذب ہو رہا ہو۔ یہ بڑا خطرناک وقت تھا۔ اگر اس وقت کوئی قبر کے اوپر آ جاتا اور شور مچا دیتا تو ماتری دوبارا عزالہ کے روپ میں کبھی زندہ نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بھی پگھل کر لاش کے ساتھ لاش بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے نیست و نابود ہو جاتی۔ اس وقت ماتری بے بس تھی۔ اسے اپنی کوئی خبر نہیں تھی۔ کوئی ہوش نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اصل میں اس وقت ماتری بھی دوبارہ مر چکی تھی اور اس کی لاش پگھل کر عزالہ کی لاش میں جذب ہو رہی تھی۔

یہ ماتری کی خوش قسمتی تھی کہ قبرستان میں اس وقت کوئی نہ آیا۔ قبرستان میں اندھیرا اور ویرانی چھائی رہی۔ صرف کسی وقت ایک درخت پر سے کسی الو کے بولنے کی آواز سنائی دے جاتی تھی جو قبرستان کی ڈراؤنی فضا کو اور زیادہ ڈراؤنی بنا رہی تھی۔

لاش کے پگھلنے کا عمل آدھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ پھر

ماتری کی لاش غائب ہو گئی۔ ماتری پوری کی پوری سر سے لے کر پاؤں تک عزالہ کی لاش میں جذب ہو کر گم ہو گئی تھی۔ اب لحد میں کفن میں لپٹی ہوئی ماتری کی لاش عزالہ کے روپ میں پڑی تھی۔ پہلے دو عزالہ کے روپ میں پڑی تھی۔ پہلے دو عزالہ اور دو ماتری تھیں اب ایک عزالہ اور ایک ماتری بن چکی تھی۔

ماتری کا عزالہ کی شکل میں دوسرا جنم شروع ہونے والا تھا۔ ماتری کی لاش عزالہ کی شکل میں بے حس و حرکت پڑی تھی۔ قبرستان میں موت ایسی خاموشی تھی۔ رات کے ڈراؤنے اندھیروں نے قبروں پر اپنے سیاہ پَر پھیلا رکھے تھے۔ اچانک لاش میں حرکت پیدا ہوئی۔ عزالہ کی لاش میں ماتری کی روح داخل ہو چکی تھی۔ ماتری عزالہ کی شکل میں دوسرے جنم کے لیے زندہ ہو چکی تھی۔ اب وہ ماتری نہیں بلکہ عزالہ تھی۔ ساری یادداشت عزالہ کی تھی۔ ماتری اپنی پہلی جنم کی یادداشت ہمیشہ کے لیے کھو چکی تھی۔ اب اگر عنبر اس کے سامنے آتا تو وہ اسے بالکل نہ پہچان سکتی تھی۔

عزالہ کی لاش نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی گردن کے زخم پر خون ابھی تک جما ہوا تھا۔ اب وہ عزالہ تھی اور ماتری کی روح حاصل کرنے کے بعد دوبارا زندہ ہو گئی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے اپنے آپ کو کفن میں لپٹی قبر میں لیٹے دیکھا تو خوف سے اس کی چیخ نکل گئی۔

قبر میں ایک طرف چوڑا سوراخ تھا اور اس میں سے ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی قبر میں داخل ہو رہی تھی۔ غزالہ کا جسم کفن کے اندر ننگا تھا۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹوں اور ناک میں مشک کافور پھنسا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ جب گھر میں ڈاکہ پڑا تھا تو اس نے ایک ڈاکو کو پکڑ لیا تھا اور اس ڈاکو نے اس کی گردن میں چھری ماری تھی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ اس کے بعد یقیناً اسے ہسپتال لے جایا گیا ہو گا۔ جہاں وہ لوگوں کی نظروں میں مر گئی ہو گی مگر اصل میں وہ زندہ تھی اور اسے سکتہ ہو گیا تھا۔

غزالہ کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ پڑھی لکھی لڑکی تھی۔ اس نے ایسے کئی واقعے پڑھے تھے کہ ایک آدمی کو سکتہ ہو گیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا ہے۔ اسے دفن کر دیا گیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا اور کسی نہ کسی طرح اپنی قبر کھود کر واپس گھر پہنچ گیا۔

اب غزالہ کی نظر قبر کے سوراخ کی طرف گئی۔ وہ یہ سوچ کر حیران ہوئی کہ اس کی قبر کس نے کھودی تھی؟ یہ قبر تو اسے خود کھودنی چاہیے تھی۔ پھر باہر سے آ کر کون قبر

کھود گیا؟ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ جب اسے مُردہ سمجھ کر قبر میں دفن کر دیا گیا ہو تو تھوڑی دیر بعد کوئی کفن چور وہاں آیا ہو۔ اس نے قبر کھودی ہو مگر لاش کو دیکھ کر اس پر خوف طاری ہو گیا ہو اور وہ بھاگ گیا ہو۔

غزالہ کو یقین ہو گیا کہ اسے سکتہ ہو گیا تھا اور گھر والوں نے اسے مردہ سمجھ کر قبر میں دفنا دیا تھا اور اب خدا نے اسے دوبارا زندگی عطا کر دی ہے۔ اس کا سکتہ دور ہو گیا ہے۔ سب سے پہلے غزالہ نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کا سکتہ ختم ہو گیا اور وہ پھر سے زندہ ہو گئی۔ اس کے بعد غزالہ نے اس کفن چور کا شکریہ ادا کیا جس نے اس کی قبر کھود کر اس کو تازہ ہوا عطا کی تھی اور اس کے لیے قبر سے باہر نکلنے کا راستہ بنا دیا تھا۔

غزالہ رینگ کر لحد سے نکلی اور قبر کے سوراخ میں سے اوپر کو کھسکتی ہوئی قبر کے سوراخ سے باہر نکل آئی۔ اس نے اپنی آنکھوں اور ناک میں سے کافور کو صاف کیا۔ کفن کو اپنے جسم کے گرد اچھی طرح لپیٹ لیا۔ کفن پر اس کی کہنیوں پر جگہ جگہ قبر کی مٹی لگی ہوئی تھی۔ وہ ابھی تک خوف زدہ تھی اور اس کا جسم گرمی کی اس تاریک رات میں بھی دہشت کے مارے کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھدی ہوئی قبر کو دیکھا تو اس کا سارا جسم لرز گیا۔ وہ جلدی سے قبر سے ہٹ گئی۔

اس قبرستان کو غزالہ نے اپنی ایک سہیلی کی کوٹھی کی طرف جاتے ہوئے کئی بار دن کے وقت دیکھا تھا۔ مگر اس وقت وہ رات کے سناٹے میں اپنی ہی قبر کے پاس کفن جسم کے گرد لپیٹے کھڑی تھی۔ اسے ایک پل کے لیے بھی یہ خیال نہ آ رہا تھا کہ وہ اصل میں ماتری ہے۔ قدیم مصر کی ایک شہزادی اور یہ اس کا دوسرا جنم ہے۔ وہ اب غزالہ تھی اور غزالہ کی تمام یادداشت کے ساتھ زندہ ہو گئی تھی۔

غزالہ کو اپنے باپ اپنی پیاری ماں اور بہن کا خیال آ گیا کہ وہ اس کی موت پر کس قدر روتے ہوں گے اور جب اسے دوبارا زندہ دیکھیں گے تو کس قدر خوش ہوں گے پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے وہ ڈر کے مارے بے ہوش ہو جائیں اور کوئی یقین نہ کرے کہ وہ دوبارا زندہ ہو گئی ہے۔ مگر غزالہ نے سوچا کہ وہ تو سچ مچ زندہ ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟

قبرستان میں قبروں کے درمیان ایک کچا راستہ قبرستان سے باہر جاتا تھا۔ غزالہ کا دل ڈر رہا ہے۔ وہ اس راستے پر سے ہو کر قبرستان سے باہر نکل آئی۔ یہ ماڈل ٹاؤن کا

قبرستان تھا اور غزالہ گھر کے راستے سے خوب واقف تھی۔ اسے یہی ڈر تھا کہ راستے میں کوئی شخص نہ مل جائے وہ خاموشی سے اپنے بنگلے میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ رات کے دس ساڑھے دس کا وقت تھا۔ کچھ فاصلے پر نالے کے پار ماڈل ٹاؤن کی کوٹھیوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ اسے پانی کی گول ٹینکی کا سایہ سا بھی نظر آ رہا تھا۔ اسی ٹینکی کے پاس غزالہ کی کوٹھی تھی۔

غزالہ رات کے اندھیرے میں قبرستان سے نکل کر کھیتوں میں سے ہو کر اپنی کوٹھی کی طرف چل پڑی۔ اس کو اپنی گردن پر کوئی ٹھنڈی شے بہتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے ہاتھ لگا کر اندھیرے میں دیکھا۔ یہ خون تھا۔ جو اس کی گردن کے زخم سے بہنے لگا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگی تاکہ گھر جا کر زخم کی پھر سے مرہم پٹی کی جا سکے۔

ایک رکشا سامنے والی سڑک پر تیزی سے گذر گیا۔ غزالہ ایک درخت کے پیچھے ہو گئی۔ رکشا دور چلا گیا تو وہ درخت کی اوٹ سے نکلی اور اپنی کوٹھی کی طرف چلنے لگی۔ نالے کا پل خالی تھا۔ وہ پل پر سے گذر گئی۔ اگر کوئی اسے کفن میں لپٹے ہوئے دیکھ لیتا تو یقیناً ڈر کر بھاگ جاتا یا بے ہوش ہو جاتا۔ غزالہ کوٹھیوں کے پیچھے سے ہو کر اپنی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوٹھی کے پیچھے لان کی دیوار کے پاس آ گئی۔ اچانک اس چھوٹی سی گلی میں ایک سکوٹر سوار اس کے سامنے آ گیا۔ سکوٹر کی تیز روشنی غزالہ کے جسم پر پڑی تو سکوٹر سوار نے اپنے سامنے سفید کفن میں لپٹی ہوئی ایک عورت کو دیکھا۔ اس نے سکوٹر وہیں پھینکا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔

غزالہ نے ایک جگہ سے اپنی کوٹھی کی دیوار پھاندی اور پچھلے صحن میں چھلانگ لگا دی۔ وہ گر پڑی۔ آہستہ سے اٹھی تو اس نے دیکھا کہ پچھلے کمرے کے غسل خانے کی بتی روشن تھی۔ برآمدے میں اس کی موت پر آئے ہوئے رشتے داروں کے لیے چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ان کے گھر کی نوکرانی کسی کام سے وہاں برآمدے میں آئی تو اس نے پچھلے برآمدے کی بتی روشن کر دی۔ اس روشنی میں نوکرانی نے صحن کے گھاس پر سفید لباس والی عورت کو دیکھا تو چیخ مار کر واپس بھاگی۔ اس نے غزالہ کو نہیں پہچانا تھا وہ ویسے ہی اسے کوئی بھوت سمجھ کر ڈر گئی تھی۔

غزالہ جلدی سے جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گئی۔ وہ ایک دم گھر والوں کے سامنے نہیں جانا چاہتی تھی۔ نوکرانی کی چیخ سن کر غزالہ کا ماموں اور ممانی باہر آ گئے۔

"کم بخت کیا ہو گیا تھا تمہیں؟ کیوں چیخی تھی؟"

ممانی یہ کہتی ہوئی برآمدے میں چارپائیوں کو تکنے لگی۔ غزالہ کا ماموں بھی ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کے بعد جب نوکرانی نے اندر جا کر بتایا کہ باہر پچھلے صحن میں کوئی سفید لباس والی چڑیل کھڑی ہے تو دوسرے رشتے دار مرد بھی ادھر آ گئے۔ وہ سب صحن میں پیڑ پودوں میں چڑیل کو تلاش کرنے لگے۔ غزالہ کا چچا اچانک اس جھاڑی کے پاس آ گیا جہاں غزالہ چھپی ہوئی تھی۔ اس نے جو اپنے سامنے مری ہوئی بھتیجی غزالہ کو کفن میں لپٹا دیکھا کہ اس کی گردن سے خون بھی بہہ رہا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑا۔ اسے بے ہوش ہوتا دیکھ کر دوسرے مرد لوگ ادھر کو دوڑے۔

اب غزالہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور بولی:

"میں مری نہیں زندہ ہوں۔"

رشتے دار مردوں نے غزالہ کو کفن میں اپنے سامنے دیکھا تو سارے ڈر کر ایک دوسرے کے اوپر گرتے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کوٹھی میں ایک دم شور مچ گیا کہ غزالہ زندہ ہو کر قبرستان سے واپس آ گئی ہے۔ غزالہ کی ماں، باپ اور چھوٹی بہن دوڑی دوڑی وہاں آ گئی۔ وہ سب پتھر کے بت بنے غزالہ کو تکتے رہے۔ ہر ایک کی زبان پر کلمہ شریف کا ورد تھا۔ وہ سب کلمہ شریف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑھنے لگے۔ غزالہ نے آگے بڑھ کر اپنی بہن کو چھونا چاہا تو وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

غزالہ نے کہا:

"ابا جی! امی جان! مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ میں مری نہیں تھی۔ زندہ تھی۔ قبر کھود کر واپس آ گئی ہوں۔ میری گردن سے خون بہہ رہا ہے میں زندہ ہوں میں آپ کی بیٹی غزالہ ہوں...."

ماں آخر ماں ہوتی ہے۔ وہ میری بچی میری بیٹی کہہ کر آگے بڑھی اور اس نے غزالہ کو سینے سے لگا لیا۔ پھر اس کا باپ بھی آگے بڑھا اور روتا ہوا دھاڑیں مارتا ہوا اپنی بیٹی سے لپٹ گیا۔ وہ جلدی سے غزالہ کو اندر لے گئے۔ ساری کوٹھی میں شور مچ گیا کہ غزالہ زندہ ہو گئی ہے۔ ہمسایوں میں بھی پتہ چل گیا۔ بیڈ رومز کی بتیاں روشن ہو گئیں۔ غزالہ کو دیکھنے اس کی کوٹھی کی طرف بھاگیں۔ وہاں ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ لوگ ابھی تک ڈرے ہوئے تھے اور دُور دُور کھڑے تھے۔ غزالہ کی ماں اور اس کی بہن نے غزالہ کو پلنگ پر لٹا کر اس کی گردن پر پٹی باندھ دی تھی۔ اور پنکھا کھول دیا تھا۔ انہوں نے غزالہ کو دودھ پلایا اور پولیس کو اور ڈاکٹر کو فون کر کے سارا حال بتا دیا۔ تھوڑی

دیر میں وہاں پولیس آ گئی۔ پولیس انسپکٹر نے دوبارا رپورٹ درج کی کہ ڈاکے کے بعد جو لڑکی قتل ہوئی تھی وہ دوبارا زندہ ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر نے آ کر غزالہ کا اچھی طرح سے معائنہ کیا۔ غزالہ زندہ تھی۔ اس نے اعلان کر دیا کہ غزالہ زندہ ہے۔ اسے سکتہ ہو گیا تھا مری نہیں تھی۔ اس نے غزالہ کے باپ کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا:

"شیخ صاحب آپ خوش قسمت ہیں۔ خدا کا شکر ادا کریں۔ آپ کی بیٹی پھر سے زندہ ہو گئی۔ اگر قبر میں وہ کچھ دیر اور بند رہتی تو آکسیجن نہ ملنے کی وجہ سے سچ مچ مر سکتی تھی۔"

ڈاکٹر نے غزالہ کے گردن کے زخم پر دوائی لگا کر اس کی پھر سے مرہم پٹی کی۔ اسے طاقت کا انجکشن دیا اور نیند لانے والی دو گولیاں دودھ کے ساتھ کھلا کر اس کی والدہ کو ایک طرف لے جا کر کہا:

"اب بچی کو آرام کرنے دیں۔ سب لوگوں کو یہاں سے ہٹا دیں۔"

غزالہ کی امی نے پوچھا:

"ڈاکٹر صاحب! میری بچی اب زندہ رہے گی ناں؟ پھر تو نہیں مر جائے گی کہیں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈاکٹر نے تسلی دیتے ہوئے کہا:
خدا کا شکر ہے کہ آپ کی بیٹی کو نئی زندگی ملی۔ میرے ٹیسٹ کے مطابق وہ بالکل تندرست ہے اور اب نارمل انسانوں کی طرح زندہ رہے گی ویسے کبھی کبھی ایسا ہو جایا کرتا ہے کہ ڈاکٹر بھی دھوکا کھا جاتے ہیں یہ خدا کے کام ہیں۔ اس میں کوئی انسان دخل نہیں دے سکتا۔ ہمارے تمام ڈاکٹری آلات نے غزالہ کی موت کی تصدیق کر دی تھی۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ اسے سکتہ ہو گیا ہو اور وہ بھی ایسا کہ اس پر موت کا شبہ بلکہ یقین ہو گیا تھا۔ بہرحال یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ جسے چاہے دوبارا زندگی عطا کر سکتا ہے۔ اب میں جاتا ہوں۔ غزالہ بیٹی کو آرام کرنے دیں۔
ڈاکٹر نے پولیس کے کاغذات پر بھی اس بات کی تصدیق کر کے دستخط کر دیئے کہ ڈاکے میں قتل ہونے والی لڑکی زندہ ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر اور پولیس کے سپاہی واپس چلے گئے غزالہ پلنگ پر لیٹی تھی۔ اس کے چہرے پر دوبارا زندہ ہو جانے کی خوشی کی چمک تھی۔ اس کی چھوٹی بہن بار بار اپنی بہن کا منہ چوم رہی تھی۔ باپ اپنی پھر سے زندہ ہو جانے والی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ رشتے دار حیران کھڑے

غزالہ کو تک رہے تھے جس گھر میں ایک گھنٹہ پہلے ماتم ہو رہا تھا وہاں اب خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے۔
غزالہ کی ماں نے سب لوگوں کو اس کمرے سے ہٹا دیا کیوں کہ غزالہ کو نیند آ رہی تھی۔
اور پھر وہ گہری نیند سو گئی!!

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جہاں مُردے جلتے تھے

اب عنبر کی سنیں کہ اس کے ساتھ کیا گذری۔
وہ تو اس لیے انسپکٹر پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا کہ ماتری کو وہاں سے فرار ہونے کا موقع مل سکے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ماتری گرفتار ہو گئی تو اس کے دوسرے جنم کے شروع ہونے میں اگر دیر نہ ہوئی تو کچھ گڑ بڑ ضرور ہو جائے گی۔ چنانچہ عنبر نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ آگے سے مقابلہ بھی نہ کیا۔ اور گرفتار ہو گیا۔ وہ چاہتا تو انسپکٹر پولیس کیا اگر سارے شہر کی پولیس بھی وہاں آ جاتی تو عنبر کو گرفتار نہیں کر سکتی تھی۔ انسپکٹر پولیس نے عنبر کے قبضے سے ایک موتیوں کا ہار بھی برآمد کر لیا تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ یہ ہار عنبر نے غزالہ کی کوٹھی سے چرایا ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ ہار غزالہ کا یا اس کی والدہ کا نہیں ہے۔ انسپکٹر پولیس نے سوچا کہ یہ ہار عنبر نے کسی دوسری کوٹھی سے چرایا ہو گا۔ وہ اسے تھانے لے گیا اور حوالات میں بند کر دیا۔ دوسرے دن عنبر سے

پولیس نے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ پولیس جب چوروں یا ڈاکوؤں سے پوچھ گچھ کرتی ہے تو انہیں مارتی بھی ہے اور اذیت بھی پہنچاتی ہے۔ پہلے تو انسپکٹر پولیس نے عنبر سے ویسے ہی پوچھ گچھ شروع کی کہ بتاؤ یہ کہاں سے چوری کیا ہے اور اس سے پہلے کہاں کہاں چوریاں کی ہیں اور کوٹھی میں تمہارے ساتھ جو دوسرے ڈاکو چوری کرنے گئے تھے وہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟

عنبر دل میں انسپکٹر کے سوالوں پر ہنس رہا تھا کیسا بیوقوف آدمی ہے۔ چور اور شریف آدمی میں پہچان ہی نہیں کر سکتا۔ مگر چونکہ عنبر کو وقت گذارنا تھا۔ اتنا وقت گذارنا تھا کہ غزالہ کی لاش واپس اس کی کوٹھی آ سکے اور ماتری اس لاش کے اندر داخل ہو کر اپنا دوسرا جنم شروع کر سکے۔ چنانچہ وہ یوں ہی ادھر اُدھر کی باتیں ہانکتا رہا اور انسپکٹر کے ساتھ لڑائی جھگڑے سے بچنے کی خاطر عنبر نے دو تین چوریوں کو مان بھی لیا۔ انسپکٹر پولیس بڑا خوش ہوا کہ اس نے بڑے عادی ڈاکو کو پکڑا ہے۔ اس نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے عنبر سے پوچھا:

"دوسری چوری کی وارداتوں کا تو بعد میں پوچھوں گا پہلے یہ بتاؤ کہ ماڈل ٹاؤن والی کوٹھی میں رات کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جو ڈاکہ ڈالا تھا اس میں تمہارے ساتھ کون تھا
اور عزالہ پر قاتلانہ حملہ کس نے کیا تھا؟"

عنبر نے کہا:

"یقین کریں یہ ڈاکہ میں نے نہیں ڈالا۔ میں تو قصور
شہر سے اپنے ایک چور ساتھی کو ملنے گیا ہوا تھا۔
اس نے موتیوں کا ایک قیمتی ہار امانت کے طور پر
مجھے دیا کہ میں اسے اپنے پاس رکھ لوں۔ واپس آکر
ماڈل ٹاؤن کی کوٹھی کے قریب سے گذر رہا تھا کہ
وہاں چور چور کی آوازیں آئیں۔ میں بھاگ اُٹھا اور
آپ نے مجھے پکڑ لیا۔ بس یہ ہے میری ساری
کہانی۔"

انسپکٹر نے عنبر کی گردن کو پکڑ کر ایک بار ہلایا اور کہا:

"مجھے گدھا مت سمجھو۔ میں نے تمہارے ایسے بڑے
چور دیکھے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں تھرڈ ڈگری
استعمال کروں مجھے ساری باتیں صاف صاف بتا دو۔"

پھر عنبر کے قریب آکر رازداری سے بولا:

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں قید ہونے سے بچا
لوں گا۔"

عنبر کو جب انسپکٹر نے گردن سے پکڑ کر ہلانے کی کوشش کی

تو اسے غصہ تو بہت آیا مگر وہ غصے کو پی گیا کیوں کہ
معاملہ ماتری کے دوسرے جنم کا تھا اور اسے ابھی انسپکٹر سے
ماتری کی نشانی نہایت قیمتی ہار بھی واپس لینا تھا۔ اس کے
علاوہ وہ خوامخواہ مسلمان سپاہیوں اور انسپکٹر کا خون نہیں
بہانا چاہتا تھا۔ اس نے انسپکٹر سے اتنا ضرور کہا:

"انسپکٹر صاحب! آپ مسلمان ہیں اور خدا کا شکر ہے
کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ میں آپ کو کسی قسم کا کوئی
نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ اس لیے برائے مہربانی
میرا موتیوں کا ہار واپس کر دیں اور مجھے یہاں سے
جانے دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں چور نہیں بلکہ
شریف آدمی ہوں اور میرا کسی چوری کسی ڈاکے سے
کوئی تعلق نہیں ہے۔"

انسپکٹر مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ عنبر کی یہ بات سن کر
طنز کے انداز میں ہنسا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف
سے آواز آئی۔

"ماڈل ٹاؤن کے ڈاکے میں جس لڑکی پر قاتلانہ حملہ کیا
گیا تھا وہ مر گئی ہے۔ اس کی لاش ہسپتال سے اس
کی کوٹھی لے جائی جا رہی ہے۔۔۔۔"

انسپکٹر نے فون بند کر دیا۔ اس نے عنبر کی طرف گھور کر

PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھا اور کہا:

"اب تم پر قتل کا مقدمہ چلے گا۔ کیوں کہ جس لڑکی پر ڈاکے کے دوران تم نے یا تمہارے ساتھی نے چھری کا وار کیا تھا وہ مر گئی ہے۔"

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اگر حالات دوسری نہج کے ہوتے تو عنبر کو افسوس ہوتا مگر اب اس نے یہ خبر سنی تو اس کے دل کو تسلی ہو گئی کیوں کہ غزالہ کی موت کے بعد ہی ماتری کا اور غزالہ کا دوسرا جنم شروع ہو سکتا تھا۔ عنبر کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا۔ اسے اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ غزالہ مر گئی ہے اور اس کی لاش میں داخل ہو کر پھر سے زندہ کر کے اپنے دوسرے جنم کے شروع ہونے کا کام ماتری اپنے آپ کرے گی۔ اب وہ تھانے سے جس وقت چاہے نکل سکتا تھا۔ ایک طرح سے وہ آزاد ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس کے دل میں ایک بات ضرور اٹکی ہوئی تھی کہ وہ یہاں سے یہ سن کر نکلے کہ غزالہ پھر سے زندہ ہو گئی ہے۔ کیوں کہ تھوڑی دیر میں ہی ماتری کو اس کے جسم میں داخل ہو کر اسے زندہ کر دینا تھا۔ عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ یہاں سے غزالہ کے دوبارا زندہ ہو جانے کی خبر سن کر ہی نکلے گا۔ چنانچہ وہ انسپکٹر کی باتوں کے پھر

سے گول مول جواب دینے لگا تاکہ کچھ اور وقت گزر جائے

اسی طرح رات کے دو بج گئے۔ انسپکٹر دوسرے روز پھر پوچھ گچھ کرنے کا کہہ کر چلا گیا۔ عنبر حوالات میں بھیج دیا گیا۔ یہاں ایک دوسرا حوالاتی بھی تھا جس کو کمبل کی جوئیں سونے نہیں دے رہی تھیں اور وہ انہیں مار رہا تھا۔ ساری رات گذر گئی۔ غزالہ کے پھر سے زندہ ہونے کی خبر نہ آئی۔ اب عنبر کو فکر لگ گئی کہ بات کیا ہے؟ غزالہ رات کو مر گئی تھی اور ماتری بالکل آزاد تھی۔ وہ اس کے جسم میں کیوں داخل نہیں ہو سکی؟ پہلے اس نے سوچا کہ وہ خود ماڈل ٹاؤن غزالہ کی کوٹھی میں جا کر پتہ کرے کہ معاملہ کیا ہے۔ پھر یہ سوچ کر وہیں بیٹھا رہا کہ ہو سکتا ہے ماتری اپنی کسی ترکیب پر عمل کر رہی ہو اور اس کے وہاں جانے سے اس کی توجہ ہٹ جائے یا ہو سکتا ہے اسے لاش میں داخل ہونے کا موقع نہ مل رہا ہو۔ عنبر کو اتنا پتہ لگ گیا تھا کہ غزالہ کی لاش کو ابھی دفن نہیں کیا گیا اور کراچی سے اس کے ماموں کے آنے کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ شام ہو گئی۔ پھر رات ہو گئی۔ عنبر بے تاب ہو گیا۔ کیوں کہ غزالہ کے پھر سے جی اٹھنے کی کوئی خبر ابھی تک تھانے نہیں پہنچی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتنے میں انسپکٹر پولیس دوبارا پوچھ گچھ کے لیے آگیا۔ کمبخت وہ بھی ہمیشہ آدھی رات کو آتا تھا تاکہ عنبر کو سونے نہ دیا جائے اور وہ نیند کے ہاتھوں تنگ آکر اپنے جرم کو تسلیم کرلے۔ اسے کیا خبر تھی کہ عنبر کون ہے اور کس لیے وہاں بیٹھا ہے اور اصل معاملہ کیا ہے۔ اصل ڈاکو لوٹ مار کر کے اور عزالہ کو ہلاک کر کے خدا جانے کہاں کے کہاں جا چکے تھے اور انسپکٹر عنبر کے ساتھ اپنا سر کھپا رہا تھا۔

انسپکٹر پولیس نے عنبر کو حوالات سے اپنے خاص کمرے میں بُلا لیا۔ اسے زمین پر بٹھا دیا اور خود اس کے آگے کرسی ڈال کر ہاتھ میں بید لے کر بیٹھ گیا۔ اس نے عنبر سے دوبارا پوچھ گچھ شروع کر دی۔ عنبر کی ساری توجہ عزالہ کی طرف لگی ہوئی تھی کہ کب اس کے دوبارا زندہ ہونے کی خبر آتی ہے۔ کیوں کہ اسے یقین تھا کہ اس کی خبر قانونی طور پر پولیس کو ضرور دی جائے گی۔ انسپکٹر اس سے سوال پوچھنے لگا اور عنبر بے دلی سے ان کے جواب دیتا رہا۔ رات کے گیارہ بجنے والے تھے کہ اچانک تھانے میں خبر آ گئی کہ جو لڑکی ڈاکے میں زخمی ہو کر مر گئی تھی وہ زندہ ہو گئی ہے اور قبر کھود کر واپس اپنی کوٹھی آ گئی ہے۔

اس خبر نے تھانے میں سب کو حیران کر دیا۔ کسی کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا مگر ڈاکٹر نے عزالہ کے دوبارا زندہ ہو جانے کی تصدیق کر دی تھی۔

اس خبر نے عنبر کی ساری ذہنی پریشانی دور کر دی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ سمجھا کہ ماتری کو اپنا دوسرا جنم شروع کرنے میں دیر کیوں لگی۔ ضرور اس کو لاش کے پاس جانے کا موقع نہیں ملا ہو گا چنانچہ اسے انتظار کرنا پڑا کہ عزالہ کو قبر میں دفن کیا جائے تو وہ اپنا کام شروع کرے۔ اس خبر سے جہاں عنبر کو خوشی ہوئی وہاں یہ سوچ کر اس کا دل اداس بھی ہو گیا کہ اب شاید اس کی ملاقات ماتری سے کبھی نہیں ہو سکے گی۔ وہ عزالہ سے ضرور ملے گا جو ہو بہو ماتری کی شکل صورت کی ہو گی مگر وہ ماتری نہیں ہو گی بلکہ عزالہ تو عنبر کو پہچان بھی نہیں سکے گی۔

انسپکٹر پولیس نے اچانک اپنا بید عنبر کی گردن پر رکھ کر اسے پیچھے دھکا دیا اور کہا:

"اُلو کے پٹھے! کیا سوچ رہے ہو۔ میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

عنبر کو ایک دم طیش آ گیا۔ اسے کسی نے ایسی گالی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں دی تھی اور اب اسے کسی کی پروا بھی نہیں تھی۔
اس نے ایک ہاتھ سے بید پکڑ کر زور سے اپنی طرف
کھینچا اور اس کے تین ٹکڑے کر دیئے۔ حالانکہ بید ایسی
شے ہے جو ٹیڑھا ہو جاتا ہے مگر ٹوٹتا نہیں۔ انسپکٹر حیران
بھی ہوا کہ بید کیسے ٹوٹ گیا اور اسے عنبر کی اس گستاخی
پر سخت غصّہ بھی آیا کہ اس چور کی یہ جرأت کہ انسپکٹر
کا بید پکڑ کر توڑ ڈالے۔ وہ کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اب انسپکٹر نے ایک حماقت کی جو اسے کبھی نہیں کرنی
چاہیے تھی۔ اس نے عنبر کو زور سے ٹھڈا مار دیا۔ یہ
عنبر کی دوسری بڑی توہین تھی۔ اگرچہ ٹھڈا مارنے کے بعد
انسپکٹر اپنا پاؤں پکڑ کر بیٹھ گیا کیونکہ اسے یوں لگا تھا کہ
جیسے اس نے کسی پتھر کی دیوار پر ٹھڈا مارا ہے۔ لیکن عنبر
کا پارہ چڑھ گیا تھا۔

عنبر نے انسپکٹر کو گردن سے پکڑ کر نیچے گرا لیا اور خود
کرسی پر بیٹھ گیا اور انسپکٹر کے پیٹ پر اپنا پاؤں رکھ
کر کہا:

"سپاہیوں کو بلاؤ۔ انہیں حکم دو کہ میرا موتیوں کا ہار
واپس لا کر مجھے دے دیں۔ اس کے بعد میں تمہیں
چھوڑ دوں گا۔ نہیں تو آج تمہاری خیر نہیں ہے۔"

انسپکٹر کا خون کھول رہا تھا۔ لیکن اس کے جسم پر عنبر کے
پاؤں کا اتنا بوجھ پڑا ہوا تھا کہ جیسے اس پر کسی نے پتھر کی
بہت بڑی سل رکھ دی ہو اور وہ اٹھ نہیں سکتا تھا۔
اس بات سے انسپکٹر حیران ضرور ہوا کہ اس آدمی نے
بید کے بھی تین ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اسے ٹھڈا مارنے سے
پاؤں بھی زخمی ہو گیا ہے اور اب اس کے ایک پیر کا
اتنا بوجھ ہے کہ وہ نیچے سے اٹھ نہیں سکتا۔ لیکن آخر وہ
بھی پولیس آفیسر تھا۔ اس نے پلک جھپکنے میں پیٹی میں
سے پستول نکالا اور عنبر کی ٹانگوں پر دو فائر کر دیئے۔ دونوں
گولیاں عنبر کی ٹانگوں پر لگیں۔ انسپکٹر کا خیال تھا کہ عنبر زخمی
ہو کر گر پڑے گا مگر عنبر اپنی کرسی پر آرام سے بیٹھا رہا۔
دونوں گولیاں اس کی پتلون میں سوراخ کر کے اس کی ٹانگوں
سے ٹکرائیں اور پھر پھسل کر کمرے کی دیوار پر جا کر لگیں
اور دیوار کا پلستر اکھڑ گیا۔

انسپکٹر نے دو اور فائر کیے۔ ان کا بھی یہی حشر ہوا۔
عنبر نے کہا:

"اس سے پہلے کہ میں تم پر کوئی وار کروں میرا ہار
مجھے واپس منگوا دو تاکہ میں تمہاری جان بخشی کر کے
یہاں سے چلا جاؤں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گولیوں کی آواز سن کر تھانے کے سپاہی کمرے میں بھاگے آ گئے۔ انہوں نے انسپکٹر پولیس کو فرش پر عنبر کے پاؤں کے نیچے پڑا دیکھا تو عنبر پر ٹوٹ پڑے مگر عنبر نے ان سب کو باری باری ایسے گھونسے رسید کیے کہ سارے کے سارے سپاہی ٹوٹے ہوئے بازو لے کر فرش پر پڑے کراہ رہے تھے۔ ایک سپاہی کی گردن ٹیڑھی ہو گئی اور وہ دیوار کے ساتھ لگ کر دوہرا ہو گیا تھا۔ عنبر نے انسپکٹر کا پستول چھین لیا اور اسے پستول کی زد میں لے کر کہا:

"تمہاری جان صرف ایک ہی صورت میں بچ سکتی ہے کہ میرا ہار مجھے واپس کر دو اور یقین کرو کہ یہ میں نے چرایا نہیں ہے۔"

انسپکٹر نے ہار تسلیم کر لی تھی۔ وہ اٹھا۔ عنبر کے آگے آگے چلتا تھانے کے دفتر میں آیا۔ الماری کھولی اور ہار نکال کر عنبر کو دیتے ہوئے کہا:

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم چور نہیں ہو۔ مگر کم از کم مجھے بتا دو کہ تم کون ہو؟"

عنبر نے ہار لے کر جیب میں رکھا اور پستول انسپکٹر کو دیتے ہوئے بولا:

"کم از کم میں تم کو نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں:

پھر وہ تھانے سے باہر جانے کے لیے گھوما تو انسپکٹر نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ تم مجھ پر پیچھے سے گولی چلانے کی کوشش نہیں کرو گے۔ کیوں کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ اس طرح سے تمہاری گولی ہی ضائع ہو گی۔"

یہ کہہ کر عنبر تھانے کی عمارت سے باہر نکل گیا۔

اس وقت رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ بلکہ آسمان پر تارے پھیکے پڑنے لگے تھے اور صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی لاہور شہر کی سڑکیں خاموش تھیں۔ عنبر ماڈل ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ایک بار اور شاید آخری بار سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی ماتری کو عزالہ کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ماڈل ٹاؤن وہاں سے کافی دور تھا۔ وہ ایک سڑک پر روانہ ہو گیا۔ جب وہ عزالہ کی کوٹھی کے سامنے والے درختوں کے پاس پہنچا تو صبح ہو رہی تھی۔ کسی مسجد سے صبح کی اذان کی آواز آ رہی تھی۔ عزالہ کی کوٹھی کے ایک کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ عزالہ سو رہی تھی۔ اس کی والدہ قرآن شریف پڑھ رہی تھی اور والدہ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔ عنبر درختوں کی چھاؤں میں گھاس پر بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ عزالہ کو کیسے ملے؟ جب دن کافی نکل آیا تو بسیں چلنے لگیں اور بچے سکول جانے لگے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لوگ کوٹھیوں سے نکل کر اپنی کاروں میں بیٹھ کر دفتروں کو روانہ ہو گئے۔

عنبر دیر تک وہاں بیٹھا رہا مگر عزالہ کوٹھی سے باہر نہ نکلی۔ آخر عنبر کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس کے پاس روپے پڑے تھے۔ وہ ماڈل ٹاؤن کی ایک دکان پر گیا۔ وہاں سے ایک کاپی اور پنسل خریدی اور عزالہ کی کوٹھی میں آ کر گھنٹی بجائی۔ نوکرانی نے دروازہ کھولا تو عنبر نے کہا:

"شیخ صاحب سے کہو کہ میں کراچی کے اخبار "ڈان" کا نامہ نگار ہوں اور عزالہ بی بی کا انٹرویو لینے آیا ہوں۔"

نوکرانی چلی گئی۔ پھر عزالہ کا باپ آ گیا۔ اس نے عنبر سے ہاتھ ملایا اور اسے ڈرائینگ روم میں لے جا کر بٹھا دیا:

"میں عزالہ کو لے کر آتا ہوں۔ آپ کیا پئیں گے؟"

"شکریہ! اس کی ضرورت نہیں۔ دراصل میں جلدی میں ہوں۔ مجھے آج ہی یہ انٹرویو بائی ایئر میل کراچی بھجوانا ہے۔"

"میں عزالہ کو لاتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد عزالہ کا باپ عزالہ کو لے کر اندر آ گیا۔ عنبر نے عزالہ کو دیکھا تو ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اور اس کے منہ سے اپنے آپ نکل گیا۔

ماتری بہن!"

عزالہ اور اس کے باپ نے حیرانی سے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے کھسیانی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا:

"معافی چاہتا ہوں عزالہ بہن۔ ایک عرصہ ہوا کراچی میں میں نے ہو بہو آپ کی شکل کی ایک لڑکی دیکھی تھی۔ اس کا نام ماتری تھا۔ مجھے ایسے لگا کہ وہ میرے سامنے آ گئی ہے۔"

عزالہ مسکراتے ہوئے عنبر کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔ عزالہ نے نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ مگر وہ بالکل ماتری معلوم ہو رہی تھی۔ وہی شکل صورت، وہی سنہری لمبے بال، نیلی آنکھیں، وہی قد، وہی چال ڈھال — عنبر سچ مچ دھوکا کھا گیا تھا۔ ماتری نے عزالہ کے جسم میں داخل ہو کر اپنا نیا جنم شروع کر دیا تھا۔

ماتری نے ٹھیک کہا تھا۔

"عنبر! میرا دوسرا جنم شروع ہونے کے بعد جب تم مجھے ملو گے تو میں تمہیں پہچان نہ سکوں گی قدرت مجھ سے میری یادداشت واپس لے لے گی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ وہ قیمت ہے جو مجھے اپنے نئے جنم کے لیے ادا کرنی ہو گی۔"

عنبر کے سامنے شلوار قمیض میں ماتری بیٹھی تھی مگر کتنے دُکھ کی بات تھی کہ وہ عنبر کو بالکل نہیں پہچان سکتی تھی۔ عنبر اس کی صورت کو تکے جا رہا تھا۔ عزالہ کے باپ نے ذرا کھانس کر کہا:

"انٹرویو شروع کیجیے۔"

عنبر فوراً سنبھل گیا۔ اس نے کاپی پنسل نکال لی اور عزالہ کو سوال کرنے شروع کر دیے۔ جب اس پر سکتہ طاری ہوا تو کیا وہ کچھ محسوس کر رہی تھی اور قبر میں جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اسے کیا محسوس ہوا وغیرہ وغیرہ — عزالہ نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی بیان کر دی۔ عنبر سب کچھ سن رہا تھا اور محض دکھانے کے لیے ساتھ ساتھ کاپی پر کچھ لکھتا بھی جاتا تھا مگر وہ بار بار عزالہ کا چہرہ دیکھتا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ ماتری کے سامنے بیٹھا اس کی باتیں سن رہا ہے۔ عزالہ کی آواز بھی بالکل ماتری کی آواز کی طرح تھی۔

آخر عزالہ کی باتیں ختم ہو گئیں۔ انٹرویو ختم ہو گیا۔ عنبر نے جانے سے پہلے ایک آخری بات آزمانے کے لیے

جیب سے ماتری کا دیا ہوا موتیوں کا ہار نکال کر عزالہ کو دکھایا۔ عزالہ ہار دیکھ کر بہت خوش ہوئی:

"کتنا پیارا ہار ہے۔" اس نے کہا۔

عنبر نے یونہی کہہ دیا:

"کیا آپ اسے پہچانتی ہیں؟"

عزالہ نے ہار کو دیکھنے کی بجائے عنبر کے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"پہچاننے سے کیا مطلب؟ کیا اس ہار کا مجھ سے بھی تعلق ہے؟"

عنبر سمجھ گیا کہ عزالہ نے ہار کو نہیں پہچانا۔ بات کو ٹالنے کے لیے بولا:

"میرا مطلب یہ تھا کہ لاہور میں آج کل اسی قسم کے ہار دن کا رواج نہیں ہے کیا؟ کراچی میں ایسے ہار عورتیں بہت پہنتی ہیں۔"

عزالہ نے کہا:

"نہیں — لاہور میں اس قسم کے ہار میں نے نہیں دیکھے۔"

عنبر نے ہار واپس اپنی جیب میں رکھ لیا اور پنسل کاپی سنبھالتے ہوئے بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اب ایک آخری سوال پوچھنے کی اجازت چاہونگا:"
عزالہ نے کہا:
"پوچھئے:"
عنبر نے عزالہ کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔ بالکل ماتری کی آنکھیں تھیں۔ جیسے ماتری اسے دیکھ رہی تھی مگر پہچان نہیں رہی تھی۔
عنبر نے پوچھا:
"قبر میں جب پہلی بار آپ نے آنکھیں کھولیں تو کیا وہاں آپ کے علاوہ کوئی اور بھی تھا؟"
عزالہ نے کہا:
"جی نہیں۔ میں بالکل اکیلی تھی قبر میں۔"
عنبر سمجھ گیا کہ عزالہ نے جب قبر میں آنکھیں کھولی تھیں تو ماتری اس کے جسم میں داخل ہو چکی تھی۔ پھر اس نے پوچھا:
"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ قبر کے جس سوراخ سے باہر نکلیں وہ کس نے کھودا تھا؟"
عزالہ بولی:
"یہ مجھے خود نہیں معلوم کہ قبر میں وہ سوراخ کس نے کیا تھا۔ میرا خیال ہے کوئی کفن چور

میرا کفن چرانے آیا ہوگا۔ بہرحال میں اس کی شکر گذار ہوں۔"
عنبر اسے کہنا چاہتا تھا کہ جس نے اس کی قبر میں سوراخ کیا تھا وہ کفن چرانے نہیں بلکہ اسے نئی زندگی دینے آئی تھی اور اس کا نام ماتری تھا۔ مگر وہ ایسا نہ کہہ سکا۔ کیوں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ماتری عزالہ کے جسم میں داخل ہو کر اپنا پہلا جنم بالکل بھول چکی تھی اور عزالہ کو ماتری کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ عنبر نے مسکرا کر عزالہ کو دیکھا:
"شکریہ عزالہ صاحبہ! آپ کا بہت بہت شکریہ۔"
اور وہ عزالہ کو ماتری کو آخری بار دیکھ کر کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ اس نے وہاں سے رخصت ہونے سے پہلے ایک الوداعی نگاہ کوٹھی پر ڈالی اور کہا:
"میری بہن ماتری! تجھے تمہارا دوسرا جنم مبارک ہو۔"
اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔
اب عنبر کو ماریا اور ناگ کی تلاش شروع ہو گئی۔
جس جوگی بابا سے دریائے جمنا کے کنارے عنبر اور ماتری کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے عنبر سے کہا تھا کہ مجھ سے لاہور کی ایک ویران شمشان بھومی میں ملنا۔ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تمہیں ماریا اور ناگ کے بارے میں بتاؤں گا۔ یہ آج سے سوا سو سال پہلے کی بات تھی۔ مگر وقت تو عنبر کے لیے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اب اسے شمشان بھومی کی تلاش تھی۔ شمشان بھومی وہ جگہ ہوتی ہے جہاں ہندو لوگ اپنے مردوں کو لکڑیوں کی چتا پر رکھ کر جلاتے ہیں۔ لاہور میں پاکستان بن جانے کے بعد ہندو بہت کم رہ گئے تھے۔ بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ چنانچہ اکثر شمشان ویران ہو گئے تھے۔ عنبر کسی ہندو سے ملنا چاہتا تھا تاکہ اس ویران شمشان بھومی کو تلاش کر سکے جس کے بارے میں جوگی نے کہا تھا کہ میں تمہیں وہاں ملوں گا۔

عنبر لاہور شہر کی سڑکوں پر آوارہ پھر رہا تھا۔ اس شہر میں کوئی اس کا واقف نہیں تھا۔ ایک دوست ماتری تھی وہ بھی جدا ہو گئی۔ عنبر اتنے بڑے شہر میں اپنے آپ کو اکیلا محسوس کر رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ شہر کی آبادی سے باہر آ گیا۔ یہاں کھیت شروع ہو گئے۔ ریلوے لائن کے پار تھوڑے سے مکان بنے ہوئے تھے۔ عنبر ادھر کو چلا۔ وہاں اسے ایک چھوٹا سا کچا مندر دکھائی دیا۔ عنبر بڑا خوش ہوا۔ یہ ہندوؤں کا مندر تھا۔ وہ مندر کے پاس آ گیا۔ وہاں ایک ہندو پجاری مندر کی ڈیوڑھی میں بیٹھا تھا۔

عنبر نے جا کر پرنام کیا اور کہا:

"مہاراج! کیا یہاں کوئی شمشان ہے؟"

پجاری نے عنبر کو غور سے دیکھا اور پوچھا:

"تم شمشان جا کر کیا کرو گے؟ وہاں تو مُردوں کو جلانے کے لیے لے جایا جاتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! اصل میں مجھے اپنے ایک دوست کے مکان کی تلاش ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میرا مکان ایک ایسے شمشان کے قریب ہے جو اب ویران ہو چکا ہے اور جہاں مُردوں کو اب نہیں جلایا جاتا۔"

پجاری بولا:

"بیٹا! یہاں قریب ہی ایک شمشان ہے مگر وہاں ہم اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں۔ ہاں شہر میں دریا پار رنجیت سنگھ کے زمانے کے ایک کھنڈر کے پاس پرانا شمشان ہے وہاں اب کوئی نہیں جاتا کئی سالوں سے ویران پڑا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ میں وہیں جاتا ہوں میرے دوست کا مکان وہیں ہوگا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پجاری نے کہا :

"مگر بیٹا اس شمشان کے اندر مت داخل ہونا کیوں کہ وہاں بدروحوں کا قبضہ ہے کہتے ہیں وہاں جو کوئی جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"مہاراج فکر نہ کریں میں شمشان کے اندر نہیں جاؤں گا۔ ویسے آپ یقین کریں کہ کوئی بدروح مجھے مار نہیں سکے گی"

پجاری نے کہا :

"بیٹا سب یہی کہتے ہیں مگر جب ایک بار شمشان میں داخل ہوئے تو پھر ان کی لاش ہی واپس آتی ہے وہاں سے"

عنبر بولا :

"میری لاش واپس نہیں آئے گی مہاراج!"

یہ کہہ کر عنبر نے پجاری کا شکریہ ادا کیا اور بدروحوں کے شمشان کی طرف روانہ ہو گیا۔ لوگوں سے پوچھتا عنبر دریا کنارے پہنچ گیا۔ دریا پر ایک پل بنا ہوا تھا جس پر سے موٹر کاریں ٹرک اور بسیں گذر رہی تھیں۔ عنبر نے پل پار کیا اور دریا کے دوسرے کنارے پر آ گیا۔ ایک اجاڑ ویرانے

میں اسے ایک پرانا کھنڈر دکھائی دیا۔ عنبر سمجھ گیا کہ شمشان اس کھنڈر کے قریب ہی ہو گا۔ یہ کھنڈر ویران تھا اور اس میں چھپکلیاں رینگ رہی تھیں۔ کھنڈر کے پیچھے ایک ٹوٹی ہوئی چار دیواری تھی۔ اس کے اندر کیکر کے درختوں کے جھنڈ اُگے ہوئے تھے۔ یہی وہ شمشان تھا جہاں کسی زمانے میں ہندو لوگ اپنے مُردے جلایا کرتے تھے اور جہاں اب بدروحوں کا ڈیرا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہاں کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عنبر نے خدا کا نام لیا اور شمشان کی پرانی ٹوٹی پھوٹی ڈیوڑھی میں سے گذر کر شمشان میں داخل ہو گیا۔ یہاں جگہ جگہ جنگلی جھاڑیاں اُگی تھیں۔ ایک جگہ درختوں کے نیچے پرانا چبوترہ تھا جس پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہی وہ چبوترہ تھا جس پر ہندو لوگ اپنے مُردوں کو رکھ کر اوپر لکڑیاں لگا دیتے اور پھر گھی ڈال کر آگ لگا دیا کرتے تھے۔

چبوترے پر اب بھی کہیں کہیں جلے ہوئے مُردوں کی راکھ بارش کی وجہ سے جمی ہوئی تھی۔ اس جمی ہوئی راکھ میں عنبر کو دو تین چھوٹی چھوٹی انسانی ہڈیاں بھی دکھائی دیں۔ عنبر نے چل پھر کر شمشان کا جائزہ لیا۔ وہاں بڑی ڈراؤنی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اسے فضا میں کسی بڑے پرندے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے اوپر درختوں میں دیکھا۔ درختوں کی شاخیں خاموش تھیں خالی تھیں، وہاں کوئی پرندہ نہیں تھا۔

پھر عنبر کو کسی عورت کے آہستہ آہستہ رونے کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے چونک کر اس طرف دیکھا جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ وہاں بھی کوئی عورت نہیں تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ بدروحیں آ گئی ہیں۔ اب ایسی آواز آئی جیسے کوئی بچہ رو رہا ہے۔ یہ آواز دُور ہوتے ہوتے غائب ہو گئی پھر کسی لڑکی کی چیخ بلند ہوئی:

"مجھے آگ نہ لگاؤ۔ مجھے آگ نہ لگاؤ۔"

یہ آواز اس چبوترے سے آ رہی تھی جہاں ہندو اپنے مُردوں کو آگ لگا کر جلایا کرتے تھے۔ عنبر چبوترے کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت کے سارے جسم کو آگ لگی ہوئی ہے اور وہ چبوترے پر لیٹی لیٹی تڑپ رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

"مجھے آگ نہ لگاؤ۔ مجھے آگ نہ لگاؤ۔"

آگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی یہ عورت چبوترے سے اٹھی اور چیختی ہوئی عنبر کی طرف بڑھی۔ عنبر نے کلمہ پڑھ کر

اس پر پھونک ماری۔ عورت ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ غائب ہو گئی۔ ایک بار پھر شمشان میں موت کی خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں عنبر کو ایک مہربان نرم آواز سنائی دی:

"میری طرف دیکھو بیٹا"

عنبر نے گھوم کر دیکھا۔ کیکر کے ایک درخت کی چھاؤں میں وہی جوگی آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا جو اسے اور ماتری کو سوا سو سال پہلے دریائے جمنا کے کنارے ملا تھا۔ عنبر نے قریب جا کر آداب عرض کہا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ جوگی نے آنکھیں کھولیں اور عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:

"تم نے ابھی ابھی جس عورت کو آگ کے شعلوں میں جلتا ہوا دیکھا ہے یہ عورت اسی شمشان میں جائیداد کے جھگڑوں کی وجہ سے زندہ جلا دی گئی تھی۔ مگر اس عورت کو اس کے ایک گناہ کی سزا ملی ہے جو اس نے آج سے ڈھائی ہزار سال پہلے کیا تھا جب اس ملک میں راجہ منوداس کی حکومت تھی۔ تم نے اس عورت کی شکل دیکھی ہے عنبر؟"

عنبر نے کہا:

"جی ہاں مہاراج!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جوگی بولا:

"جب تم اسے ڈھائی ہزار سال پہلے کے زمانے میں جاکر دوبارا دیکھو گے تو پہچان لو گے۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن مہاراج آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ ماریا اور ناگ سے میں کہاں مل سکتا ہوں؟"

جوگی نے جواب دیا:

"عنبر! تم ٹھیک کہتے ہو! میں نے وعدہ کیا تھا اور میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ لیکن اس کے لیے تمہیں ڈھائی ہزار سال پیچھے کے زمانے میں جانا ہوگا۔ ماریا اور ناگ بھی تمہیں اسی زمانے میں ملیں گے۔"

عنبر نے پوچھا:

"وہ اس وقت کہاں ہیں مہاراج؟"

جوگی بولا:

"وہ اس وقت جہاں کہیں بھی ہیں وہاں سے تمہیں ملنے ڈھائی ہزار برس پیچھے کے زمانے میں چلے جائیں گے اب تم ڈھائی ہزار سال پیچھے کے

زمانے میں جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! میرے پاس ماتری کا موتیوں کا ہار ہے۔ کیا وہ بھی میں اپنے ساتھ لے جاؤں یا اسے یہاں پھینک دوں؟"

جوگی نے کہا:

"یہ ہار لے کر غزالہ کے پاس جاؤ اور اسے پیش کر دو اس کے بعد تم قبرستان میں اس قبر پر جاؤ جس میں غزالہ کو دفن کیا گیا تھا اور ماتری نے اس کے جسم میں داخل ہو کر اپنا دوسرا جنم شروع کیا تھا۔ وہ قبر ابھی تک کھلی ہے اور لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں۔ تم اس قبر میں اُتر جانا۔ پھر تم ڈھائی ہزار سال پیچھے کے زمانے میں چلے جاؤ گے اور سنو۔ تم اس بار راجہ منوداس کی راجدھانی وارانا سی میں پہنچو گے اور راجہ کے اکلوتے بیٹے راج کمار کُنالا کے خادم بن کر ظاہر ہو گے۔ تمہارا نام چنا ہوگا۔ اور جس عورت کو تم نے ابھی اس شمشان میں زندہ جلتے دیکھا ہے یہ عورت راجکمار کُنالا کی سوتیلی ماں ہو گی۔ اس نے کیا گناہ کیا تھا؟

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ تمہیں وہاں پہنچ کر معلوم ہو گا — وقت آگیا ہے۔
تم جاؤ۔ میں بھی جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر جوگی غائب ہو گیا۔ عنبر کچھ دیر وہاں کھڑا اپنے آئندہ کے ڈھائی ہزار سال کے سفر کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر ویران شمشان سے نکلا اور غزالہ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ دریا کے پُل پر اسے ایک بس مل گئی۔ اس سے پہلے بھی عنبر اپنے جنم جنم کے سفر کے سلسلے میں ایک بار ناگ اور ماریا کے ساتھ لاہور آ چکا تھا۔ بس اس کے لیے کوئی نئی سواری نہیں تھی۔ بس میں بہت رش تھا۔ گرمی کی وجہ سے لوگوں کا بُرا حال تھا۔ مسافروں کو پسینے آ رہے تھے مگر عنبر کو نہ گرمی ستا رہی تھی اور نہ پسینہ آ رہا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا تھا۔

اچانک ایک مسافر نے چلانا شروع کر دیا:

"اس نے میری جیب کاٹ لی ہے۔ اسے پکڑو — پکڑو —"

ایک کالے رنگ کا آدمی بس کے دروازے کی طرف بھاگا کہ باہر کُود جائے۔ عنبر نے اچھل کر اسے پکڑنا چاہا تو اس جیب کترے نے دھوتی کی ڈھب سے لمبے پھل والا چاقو نکال کر عنبر کے پیٹ پر پوری طاقت سے وار کیا۔ چاقو

عنبر کے پیٹ سے بڑی زور سے لگا اور اس کا پھل دوہرا ہو گیا۔ جیب کترا ہکا بکا ہو کر عنبر کو تکنے لگا۔ عنبر نے اسے دبوچ لیا تھا۔ لوگوں نے جیب کترے کو قابو میں کر لیا۔ بس روک دی گئی۔ جیب کترے کو پولیس کے ایک سپاہی کے حوالے کر دیا گیا۔ جیب کترا ابھی تک عنبر کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کئی لوگوں کو چاقو گھونپے تھے مگر یہ پہلا موقع تھا کہ ایک آدمی کے پیٹ نے اس کے چاقو کے پھل کو دوہرا کر دیا تھا۔

عنبر نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے آنکھ ماری اور بس آگے روانہ ہو گئی۔ عنبر ماڈل ٹاؤن کے بس سٹاپ پر اتر گیا اور سیدھا غزالہ کی کوٹھی پر آ گیا۔ غزالہ گھر پر ہی تھی اور اپنے رشتہ داروں کو جانے کتنی بار بتا رہی تھی کہ قبر میں جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کیا دیکھا۔ عنبر غزالہ کے والد اور ماموں سے ملا اور کہا کہ وہ غزالہ بہن کو ایک بھائی کی حیثیت سے موتیوں کا یہ ہار پیش کرنا چاہتا ہے۔ غزالہ بھی وہاں آ گئی۔ عنبر کو ایک بار پھر یوں لگا جیسے ماتری اس کے سامنے آ گئی ہے۔ اس نے ہار غزالہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"عزالہ بہن! موتیوں کے اس ہار کو ایک بھائی کی طرف سے تحفے کے طور پر قبول کرو۔ انکار نہ کرنا۔ نہیں تو تمہارے بھائی کا دل ٹوٹ جائیگا۔"

عزالہ بولی:

"مگر یہ ہار تو بڑا قیمتی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"تم بھی بڑی قیمتی ہو میری بہن؟"

عنبر نے یہ کہہ کر ہار عزالہ کو دیا اور خاموشی سے واپس چلا گیا۔ عزالہ ہار لیے کچھ حیران اور کچھ خوش کھڑی تھی۔ اسے کیا خبر تھی کہ یہ اس کا اپنا ہی ہار ہے۔

عنبر وہاں سے پوچھتا پچھاتا سیدھا اس قبرستان میں آ گیا جہاں عزالہ کو دفن کیا گیا تھا۔ قبرستان میں کتنی ہی قبریں تھیں۔ کئی قبروں پر باسی ہار پڑے تھے۔ ایک قبر کے گرد کچھ لوگ کھڑے تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہی عزالہ کی قبر تھی۔ وہاں وہ آیا تو دیکھا کہ قبر ابھی تک ویسے ہی کھلی ہوئی ہے اور قبر کے سوراخ میں سے اندر لحد نظر آ رہی ہے جس میں ابھی تک گلاب کے چند ایک پھول پڑے تھے۔ یہ وہ پھول تھے جو عزالہ کے کفن پر ڈالے گئے تھے۔ یہاں سے عنبر کا ڈھائی ہزار سال کا پیچھے کا سفر شروع ہوتے

والا تھا۔ وہاں کھڑے کسی آدمی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ان کے درمیان ایک ایسا آدمی بھی کھڑا ہے جو ابھی اس قبر میں اترے گا اور پھر پلک جھپکتے میں ڈھائی ہزار سال پرانے زمانے میں پہنچ جائے گا۔ عنبر اب قبر میں اترنے کی تیاری کرنے لگا۔ تیاری بھی اس نے کیا کرنی تھی۔ بس لوگوں کو ادھر اُدھر ہٹاتا ہوا آگے بڑھا ایک آدمی نے کہا:

"بھائی آگے کہاں جا رہے ہو۔ آگے تو قبر ہے۔"

عنبر نے کہا:

"بھائی میں اس قبر میں ہی جا رہا ہوں۔"

سب لوگوں نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھے کہ عنبر کوئی پاگل ہے جو پاگل خانے سے بھاگ کر وہاں آ گیا ہے۔ عنبر اب قبر کے سوراخ میں ٹانگیں ڈالے اندر جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لوگوں نے شور مچا دیا۔

"ارے اس پاگل کو پکڑو۔"

مگر عنبر قبر کے اندر اُتر چکا تھا۔ وہ لحد میں جا کر سیدھا لیٹ گیا اور اس نے ہاتھ ہلا کر لوگوں سے کہا:

"خدا حافظ دوستو! اس وقت میں پاگل ہوں، لیکن مجھے غائب ہوتے دیکھ کر تم پاگل ہو جاؤ گے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لوگ ہنسنے لگے :

"ارے پاگل ہے بے چارہ"

وہ قبر میں دیکھ ہی رہے تھے کہ عنبر غائب ہو گیا۔ اب تو لوگ حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پھر وہ بھوت بھوت کا شور مچاتے ڈر کر وہاں سے اُٹھ دوڑے۔ تھوڑی ہی دیر میں قبر ویران ہو گئی۔ اب وہاں ایک آدمی بھی نہیں تھا۔

پیارے دوستو! یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ ناگ اور ماریا دوسری جنگِ عظیم یعنی ۱۹۴۲ء کے زمانے کے انگلستان میں تھے اور انگریز ہوا باز کی بیوی ہیلن کو اس کے گھر پہنچا کر خود عنبر کی تلاش میں بغداد کی طرف روانہ ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے ہندوستان کی طرف جاتے ہوئے راستے میں بغداد کے قریب عنبر کی خوشبو سونگھی تھی۔ لیکن چونکہ جنگ کا زمانہ تھا اس لیے لندن سے ان دونوں کا نکلنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ ناگ تو پرندہ بن کر اڑ کر بھی جا سکتا تھا مگر ماریا اگرچہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی پھر بھی اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ کسی ہوائی جہاز یا کسی دوسری سواری پر بیٹھ کر وہاں سے جائے۔ پیدل جانے میں اسے بہت دن لگ جاتے اور پھر وہ ناگ کو چھوڑ کر اکیلی سفر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ناگ نے پتہ کیا کہ ایک مسافر ہوائی جہاز پندرہ دنوں کے بعد

ترکی کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ ناگ نے ماریا کے ساتھ مشورہ کر کے یہی فیصلہ کیا کہ وہ پندرہ دن کے بعد اسی ہوائی جہاز میں بیٹھ کر ترکی جائیں گے اور پھر وہاں سے بغداد جانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ وہ لندن کے ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ ناگ کے پاس پیسے تھے۔ اس نے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور ماریا اس کے ساتھ ہی اسی کمرے میں بغیر کرایہ ادا کیے رہنے لگی۔

ناگ اور ماریا کو ہم پندرہ دنوں کے لیے لندن کے اس ہوٹل میں چھوڑتے ہیں اور خود عنبر کی طرف آتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ قبر میں اترنے کے بعد وہ ڈھائی ہزار سال پیچھے کے زمانے میں کس مقام پر باہر نکلا؟

عزالہ کی قبر میں اترنے کے بعد عنبر لحد میں لیٹ گیا تھا اور اس نے لوگوں کو خدا حافظ کہنے کے بعد آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کے کانوں میں تماشہ دیکھنے والے لوگوں کی آوازیں آئیں۔

"ارے کوئی پاگل ہے"

اس کے بعد اس کے کانوں میں آوازیں آنا بند ہو گئیں ایک سناٹا چھا گیا۔ اس نے آنکھیں بند رکھیں۔ اس کی آنکھوں میں سرخ نیلے اور زرد رنگ کے تارے رقص کر رہے تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کانوں میں شاں شاں کی ایسی آواز آ رہی تھی جیسے وہ کسی بہت بڑی آبشار کے پاس لیٹا ہو جو پہاڑ کی بلندی سے گر رہی ہو۔ پھر یہ آواز بھی بند ہو گئی۔ اب اس کے کانوں میں گھنٹیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جیسے کوئی بیل یا ہاتھی اس کے قریب سے گذر رہا ہو جس کے گلے میں گھنٹیاں بندھی ہوں۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔

اس نے دیکھا کہ ایک شاندار محل کے آگے ایک خوبصورت باغ ہے۔ فوارے چل رہے ہیں اور وہ مولسری کے ایک خوشبودار پھولوں والے گھنے درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ اس نے سر پر صافہ باندھا ہوا ہے۔ سفید کُرتا اور سفید دھوتی جسم سے لپٹی ہے اور کمر کے گرد سرخ رنگ کا کمر بند بندھا ہے صاف لگتا تھا کہ وہ کسی راج کمار کا شاہی خادم ہے جیسا کہ جوگی نے کہا تھا کہ وہ ڈھائی ہزار سال پیچھے کے زمانے میں راجہ منوداس کی راج دھانی میں راج کمار کُنالا کے خادم کے روپ میں ظاہر ہو گا۔ اس کے قریب سے ایک سجا سجایا ہاتھی گذر رہا تھا جس کے گلے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ ہاتھی کے اوپر کجاوہ تھا جس پر گنبد کی طرح کی چھت پڑی تھی۔ عنبر ابھی آنکھیں ہی مل رہا تھا کہ ایک کھلے سیاہ بالوں اور بڑی بڑی کالی آنکھوں والی ایک شاہی خادمہ

اس کے پاس آ کر کہنے لگی:

"چنّا! راج کمار تمہیں بلا رہے ہیں۔"

عنبر کو یاد آیا۔ جوگی نے کہا تھا کہ اس زمانے میں اس کا نام چنّا ہو گا۔ عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا:

"جاتا ہوں میّا۔"

خادمہ نے حیرانی سے چنا کو دیکھ کر کہا:

"تم تو مجھے ہمیشہ لکشمی کہا کرتے تھے یہ آج تم نے مجھے میّا کیوں کہا؟"

عنبر کو فوراً خیال آیا کہ اس خادمہ کا نام لکشمی ہے، کہنے لگا:

"اری لکشمی بھول گیا۔ معاف کر دے ری۔"

اور ہنستا ہوا اور کچھ حیران ہوتا ہوا محل کی طرف بڑھا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ راج کمار کُنالا محل میں کس جگہ پر ہے۔ وہ محل میں داخل ہو کر بائیں طرف گھوم گیا۔ سامنے چھوٹے سے چمن میں پھول کھلے تھے اور عورتیں ہار سنگھار کر رہی تھیں۔ وہ عنبر کو دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

"اری یہ کم بخت کدھر آ نکلا ہے" ایک عورت نے کہا:

ان میں سے ایک بڑی عمر کی عورت نے عنبر کو کان سے پکڑ کر باہر کا راستہ دکھاتے ہوئے کہا:

"ارے چنّا آج تُو پاگل ہو گیا ہے کیا؟ راج کمار تو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنے محل کی بارہ دری میں تیرا انتظار کر رہے ہیں
جا اوپر جا کاٹھ کے الو!"

عنبر کو بڑا غصہ آیا کہ یہ بھوتنی اسے بُرا بھلا کہہ رہی ہے مگر وہ اوپر سے ہنستا رہا۔

"اری چڑیل! آج میں راستہ بھول گیا تھا۔"

"ہائیں — تُو نے مجھے چڑیل کہا؟" عورت نے چیخ کر کہا۔

اور جوتا اتار کر عنبر کو مارنے ہی والی تھی کہ عنبر وہاں سے بھاگ کر باہر آ گیا۔ عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ اس نے سوچا۔ ایک جگہ سیڑھیاں محل کے اوپر جاتی تھیں۔ عنبر سیڑھیاں چڑھ کر محل کی دوسری منزل پر آ گیا۔ یہاں چھت پر تین بارہ دریاں بنی تھیں۔ برآمدے کے ستونوں پر چاندی کے پترے چڑھے تھے۔ ایک بارہ دری میں راج کمار کنالا شاہی چھتر کے نیچے مور لیلے بنے ہوئے تخت پر بیٹھا تھا۔ داسیاں اس کے شاہی لباس کے ہیرے جواہرات چمکا رہی تھیں۔ عنبر کو یہ سوچنے میں دیر نہ لگی کہ یہی راج کمار کنالا ہے جس کا وہ خادم ہے۔

عنبر نے جھک کر سلام کیا۔

راج کمار نے مسکرا کر کہا:

"چنا! ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

عنبر بولا:

"ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی راج کمار۔ نیند آ گئی معافی چاہتا ہوں۔"

راج کمار نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا:

"کوئی بات نہیں چنا! نیند تو ہر انسان کو پکڑ لیتی ہے نیند ہمیں بھی پکڑ سکتی ہے۔"

اتنے میں سامنے والے محل کے برآمدے میں سے ایک عورت نمودار ہوئی۔ اس کا لباس ریشمی اور شاہانہ تھا۔ سر پر سونے کا چھوٹا سا تاج تھا۔ جسم پر بھی ہیرے جواہرات لٹک رہے تھے جب وہ قریب آئی تو عنبر چونک اُٹھا۔ یہ وہی عورت تھی جس کو اس نے تھوڑی دیر پہلے لاہور کے شمشان میں چبوترے پر آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے دیکھا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی:

"مجھے آگ نہ لگاؤ۔ مجھے آگ نہ لگاؤ۔"

اور جس کے بارے میں جوگی بابا نے کہا تھا کہ اس عورت نے پچھلے جنم میں آج سے ڈھائی ہزار برس پہلے ایک بھیانک گناہ کیا ہے جس کی اسے سزا مل رہی ہے اور پھر عنبر سے کہا تھا کہ عنبر! تم اس عورت کو ڈھائی ہزار برس پیچھے کے زمانے میں جا کر ملو گے اور پھر تمہیں معلوم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو جائے گا کہ اس نے کون سا ایسا بھیانک گناہ کیا تھا جس کی اسے یہ سزا مل رہی ہے کہ ڈھائی ہزار برس سے مرنے کے بعد اب تک شعلوں میں جل رہی ہے۔ عنبر نے اس عورت کو فوراً پہچان لیا تھا اور یہ عورت راج کمار کنالا کی سوتیلی ماں رانی کرونا تھی۔

○

سانپ خوشبو پر آگیا

سوتیلی ماں رانی کرونا کو آتا دیکھ کر راج کمار کنالا ادب سے اٹھ کھڑا ہوا:

کنالا نے سر جھکا کر سوتیلی ماں کو سلام کیا اور ادب سے ہاتھ باندھ لیے۔ رانی کرونا کے چہرے پر مسکراہٹ تھی مگر عنبر کو صاف پتہ چل گیا کہ اس مسکراہٹ میں ممتا نہیں بلکہ مکاری ہے۔ اس نے راج کمار کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا:

"بیٹا! اگرچہ میں تمہاری سوتیلی ماں ہوں مگر مجھے تم سے اپنے سگے بیٹے پرتاپ کمار کی طرح محبت ہے۔ تم شکار پر جا رہے ہو۔ اپنا خیال رکھنا اور بہت جلد محل کو واپس لوٹنا۔"

راج کمار کنالا نے سر جھکا کر کہا:

"رانی ماں! میں بھی آپ کو اپنی سوتیلی ماں نہیں بلکہ اصلی ماں سمجھتا ہوں اور پرتاپ کمار کو اپنا سگا بھائی سمجھتا ہوں۔ فکر نہ کریں۔ میں شکار سے بہت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جلد لوٹ آؤں گا۔"

رانی کرونا نے راج کمار کنالا کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعا دی۔ پھر آہستہ سے تالی بجائی۔ اس کے پیچھے دو شاہی نوکرانیاں کھڑی تھیں۔ ایک نوکرانی نے ہاتھوں میں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی سفید ٹوکری اٹھا رکھی تھی۔ وہ ٹوکری لے کر آگے بڑھی۔ رانی ماں کرونا نے ٹوکری کا ڈھکنا اٹھا کر اندر سے نیلے پتھر کی ایک خوب صورت بوتل نکال کر راج کمار کنالا کو دیتے ہوئے کہا:

"بیٹا! جنگل میں گرمی ہو گی۔ چشمے یا دریا پر نہانے کے بعد یہ عطر اپنے کپڑوں پر لگانا تمہیں ٹھنڈک پہنچے گی۔"

راج کمار کنالا نے نیلی بوتل خوشی سے لے کر اپنے پاس رکھ لی اور اپنی سوتیلی ماں کا شکریہ ادا کیا۔ رانی کرونا مسکراتی ہوئی واپس چلی گئی۔ عنبر نے ایک بار پھر اس عورت کی مسکراہٹ میں مکاری کی جھلک صاف پہچان لی تھی۔ راجکمار کنالا نے نیلی بوتل عنبر کو دے کر کہا:

"چنا! اس بوتل کو شکار کے سامان میں ساتھ رکھ لینا۔"

عنبر نے بوتل لے لی۔ بوتل میں سے عجیب قسم کی تیز خوشبو

آ رہی تھی۔ عنبر جڑی بوٹیوں کا ماہر تھا۔ اس کو لگا کہ اس عطر میں کسی بڑی ہی خاص بوٹی کا عرق ملایا گیا ہے۔

اسی روز راج کمار کنالا چنا اور دوسرے نوکروں کو ساتھ لے کر گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل کی طرف شکار کے لیے روانہ ہو گیا۔ دو روز تک سفر کرنے کے بعد شاہی قافلہ ایک گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ اس جنگل میں ہرن کا بہت شکار تھا۔ یہاں پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ شام کا وقت تھا۔ جہاں پڑاؤ ڈالا گیا وہاں ایک چھوٹی سی قدرتی نہر بہہ رہی تھی۔ اس کا پانی بڑا ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ راج کمار نے اس ندی میں چنا کے ساتھ غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے۔ پھر اس نے عنبر سے کہا:

"چنا! رانی ماں کا دیا ہوا عطر کہاں ہے؟ میں اسے اپنے کپڑوں پر لگاؤں گا۔ رانی ماں نے کہا تھا کہ اس کے لگانے سے ٹھنڈک پہنچے گی۔"

عنبر نے نیلی بوتل لا کر راج کمار کو پیش کر دی مگر ساتھ ہی کہا:

"راج کمار جی! مجھے اس میں سے کسی عجیب پُراسرار بوٹی کی بُو آتی محسوس ہو رہی ہے۔ اسے نہ لگائیں تو اچھا ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

راج کمار کنالا نے کہا:

"چنتا! یہ ہماری رانی ماں نے ہمیں دیا ہے اور وہ ہمیں اپنی مری ہوئی اصلی ماں کی طرح پیاری ہے۔ اس کا حکم ہے کہ ہم اسے اپنی پوشاک پر لگائیں۔ ہم اپنی رانی ماں کا حکم ضرور مانیں گے۔"

عنبر خاموش ہو گیا۔ اس نے آگے سے کچھ نہ کہا۔ اسے معلوم تھا کہ بادشاہوں اور راجاؤں اور راج کماروں کے مزاج بڑے نازک ہوتے ہیں اور پھر راج کمار کنالا اپنی سوتیلی ماں سے بالکل اپنی سگی ماں جتنا پیار کرتا تھا اور اس کے ہر حکم پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ پھر بھی عنبر چاہتا تھا کہ راجکمار وہ عطر اپنے کپڑوں پر نہ لگائے۔ لیکن راج کمار نے بوتل کھول کر اس میں سے عطر نکال کر اپنی ہتھیلی پر ڈالا اور پھر اسے اپنے کپڑوں پر مل لیا۔ بڑی تیز قسم کی خوشبو اٹھی جو آہستہ آہستہ جنگل کی فضا میں جذب ہونے لگی۔

آگ کا الاؤ روشن کر دیا گیا۔ رات ہو گئی تھی۔ راستے میں نوکروں نے جنگلی بکریوں کا شکار کیا تھا۔ انہیں آگ پر سالم بھونا جانے لگا۔ تھوڑی دیر میں سب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے۔ نوکر سبھی تھکے ہوئے تھے۔ فوراً سو گئے۔ راج کمار اور چنتا ابھی تک جاگ رہے تھے۔ راج کمار کو اپنے باپ

راجہ منوداس سے بھی بڑی محبت تھی۔ وہ چنتا سے اپنے باپ کی باتیں کرنے لگا:

"چنتا! تم ہمارے خاندانی ملازم ہو۔ تم سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میرا راجہ باپ اب بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ایک ہزار برس تک زندہ رہیں اور میں ان کی خدمت کرتا رہوں۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ تخت چھوڑ دیں اور میں راجہ بن کر رعایا کی خدمت کروں۔"

عنبر نے کہا:

"اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے راج کمار؟"

راج کمار کنالا کہنے لگا:

"چنتا! اگر میں راجہ بن بیٹھا تو لوگ کہیں گے کہ میں نے اپنے باپ کو زبردستی تخت سے اتار دیا ہے اور میں یہ نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے باپ سے پیار ہے۔ تخت سے پیار نہیں ہے۔"

عنبر کے دل میں یہ بات صاف کھٹک رہی تھی کہ راج کمار کی سوتیلی ماں اپنے بیٹے پرتاپ کمار کو تخت پر بٹھانا چاہتی ہے اور وہ کسی نہ کسی طریقے سے راج کمار کنالا کو اپنے بیٹے کے راستے سے ہٹا دینا چاہتی ہے۔ مگر وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ بات کھل کر راج کمار سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیوں کہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ راج کمار کنالا اپنی سوتیلی ماں سے بھی اپنی سگی ماں کی طرح پیار کرتا ہے۔ عنبر خاموشی سے راج کمار کنالا کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے راج کمار کے کپڑوں سے اٹھنے والی تیز خوشبو بھی برابر آ رہی تھی۔

جنگل کی رات کسی قبرستان کی طرح خاموش تھی۔ آگ کا الاؤ بجھ چکا تھا۔ نوکر چاکر خیموں کے باہر سو رہے تھے۔ راج کمار کنالا کو بھی نیند آنے لگی۔

اُس نے کہا:

"چنا! نیند آ رہی ہے۔ اب ہمیں بھی آرام کرنا چاہیے صبح شکار پر بھی چلنا ہے۔"

راج کمار اُٹھنے ہی لگا تھا کہ اس کے پیچھے پھنکار کی آواز بلند ہوئی اور پھر ایک سیاہ کالے سانپ نے اپنا پھن اُوپر اُٹھا کر زور سے راج کمار کی گردن پر مارا اور اسے ڈس دیا۔ راج کمار گردن پکڑ کر بیٹھ گیا۔ عنبر نے چھلانگ لگا کر سانپ کو قابو کیا اور راج کمار سے کہا:

"لیٹ جاؤ راج کمار۔"

راج کمار کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ اتنی جلدی

سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ فوراً گھاس پر لیٹ گیا۔ عنبر نے راج کمار کی گردن پر انگلی رکھی اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سانپوں کی اُس زبان میں جو اسے ناگ نے سکھائی تھی کہا:

"اے بدبخت! کیا تجھے میرے جسم میں سے ناگ دیوتا کی خوشبو کا احساس نہیں ہوا؟ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ ناگ دیوتا میرا بھائی ہے؟"

سانپ نے ایک عام آدمی کو اپنی زبان میں بات کرتے اور ناگ دیوتا کا نام لیتے سنا تو گھبرا گیا، بولا:

"اے ناگ دیوتا کے بھائی مجھے معاف کر دینا اگر اس راج کمار نے اپنے کپڑوں پر یہ خاص خوشبو نہ لگائی ہوتی تو مجھے تمہارے جسم میں سے ناگ دیوتا کی ہلکی سی خوشبو بھی آ جاتی اور میں ادھر آنے کی کبھی جرأت نہ کرتا۔ مگر میں راج کمار کے کپڑوں کی خوشبو کی وجہ سے مجبور ہو گیا کہ اس کے پاس آ کر اسے ڈس دوں۔"

عنبر نے کہا:

"اب جلدی سے راج کمار کے جسم میں ڈالا ہوا زہر چوس لے۔ نہیں تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور ناگ دیوتا سے کہہ کر اس علاقے کے سارے
سانپوں کو ہلاک کروا دوں گا۔"

سانپ نے گڑگڑا کر کہا:

"میں ابھی زہر چوس لیتا ہوں میرے آقا۔"

راج کمار نے عنبر سے کہا:

"چتا! تم میری گردن پر انگلی رکھے اس سانپ کی
طرف ٹکٹکی باندھے کیا دیکھ رہے ہو۔ نوکروں کو
بلاؤ اور میرا علاج کرنے کی کوشش کرو۔ وقت
ضائع نہ کرو۔ زہر میرے جسم میں داخل ہو چکا ہے۔"

عنبر خاموش زبان سے سانپ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا
اس لیے راج کمار کو ایسا لگا کہ وہ سانپ کو بس ٹکٹکی
باندھے دیکھے جا رہا ہے اور وقت گذرتا جا رہا ہے۔ عنبر نے
راج کمار کی طرف منہ پھیر کر کہا:

"راج کمار جی! میں آپ کا علاج ہی کر رہا ہوں
میں نے ایک منتر پڑھ کر سانپ پر پھونکا ہے
اب وہ آپ کی گردن پر منہ رکھ کر اپنا سارا
زہر واپس چوس لے گا۔ آپ بالکل کسی قسم کی
کوئی حرکت نہ کریں اور سیدھے لیٹے رہیں۔"

عنبر نے سانپ کو چھوڑ دیا۔ سانپ زمین پر رینگتا، بل

کھاتا۔ راج کمار کے سر کے پاس آ گیا اور اپنا منہ راجکمار
کی گردن کے ساتھ لگا کر اپنا زہر چوسنے لگا۔ اس نے
راج کمار کے جسم میں داخل کیا ہوا سارا زہر چوس کر نکال
دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ عنبر نے سانپ کی طرف دیکھ کر
اس سے ایک بڑی ضروری بات پوچھی:

"راج کمار نے جو خوشبو لگا رکھی ہے کیا تم اس کی
وجہ سے مجبور ہو کر آئے تھے؟"

سانپ نے کہا:

"ہاں میرے آقا! یہ ایک خاص قسم کی خوشبو ہے
جس میں ایک خاص بوٹی ناگ پھنی کا عرق ملایا
گیا ہے۔ یہ خوشبو جس آدمی نے بھی لگائی ہو گی
وہاں کوئی نہ کوئی سانپ ضرور آ جائے گا اور اسے
ڈس کر ہلاک کر دے گا۔ یہ خوشبو سانپ کو ڈسنے
کے لیے اپنی طرف بلاتی ہے۔"

راج کمار نے زمین پر سے اٹھتے ہوئے کہا:

"چتا! یہ منتر تم نے کہاں سے سیکھا تھا؟ تم نے
پہلے کبھی اس منتر کا ہم سے ذکر نہیں کیا۔ میں تو
پھر سے تندرست ہو گیا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مہاراج! پہلے کبھی کسی سانپ نے آپ کو ڈسا نہیں تھا۔ اس لیے منتر کی ضرورت نہ پڑی۔"

راج کمار بولا:

"اب یہ سانپ کیوں یہاں بیٹھا ہے؟"

عنبر بولا:

"مہاراج! یہ آپ سے معافی مانگ رہا ہے۔ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ راج کمار ہیں۔ اسے معاف کر دیں یہ چلا جائے گا۔"

راج کمار نے مسکرا کر کہا:

"میں سانپ کو معاف کرتا ہوں۔"

عنبر نے سانپ سے کہا:

"اب تم جا سکتے ہو۔ لیکن ہاں! جانے سے پہلے مجھے ایک بات بتاؤ۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ ناگ دیوتا اس وقت کہاں ہو گا؟"

سانپ نے کہا:

"میرے آقا! میں ایک معمولی سانپ ہوں۔ بھلا میری ہمت کہاں کہ میں ناگ دیوتا کا سراغ لگا سکوں۔"

عنبر نے کہا:

"تم جا سکتے ہو۔"

سانپ چلا گیا۔ راج کمار کو عنبر نے خیمے میں گدیلوں پر لے جا کر لٹا دیا اور دودھ گرم کر کے پلایا۔ کیوں کہ زہر کا تھوڑا بہت اثر اور کمزوری انسان میں ضرور باقی رہ جایا کرتی ہے۔ مگر راج کمار کو ذرا بھی کمزوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ عنبر کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"چتا! اگر تمہیں منتر یاد نہ ہوتا تو ہم زندہ نہ بچتے۔ بھگوان نے ہمیں تمہارے ذریعے سے بچا لیا ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! اگر آپ وہ خوشبو نہ لگاتے جو آپ کو رانی ماں کردنا نے دی تھی تو یہ سانپ جنگل میں آ کر آپ کو کبھی نہ ڈستا۔"

راج کمار نے کچھ اس طرح عنبر کو دیکھا جیسے اسے عنبر کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے پوچھا:

"چتا! تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ سانپ میرے کپڑے پر لگی ہوئی خوشبو کی وجہ سے آیا تھا اور اس خوشبو کی وجہ سے ہی اس نے مجھے ڈسا تھا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا:

"مہاراج اگر میں آپ کو یہ کہوں کہ یہ راز مجھے سانپ نے بتایا ہے تو آپ یقین نہیں کریں گے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بات مجھے اسی سانپ نے بتائی ہے جس نے آپ کو ڈسا تھا۔"

راج کمار ہنسنے لگا:

"چنا! یہ بات تو میں مانے لیتا ہوں کہ تم سانپوں کا منتر جانتے ہو مگر یہ بات میں کبھی نہیں مان سکتا کہ سانپ تم سے باتیں کرتے ہیں اور تم ان کی زبان سمجھ لیتے ہو۔ بھلا کبھی سانپ بھی انسانوں سے باتیں کرتے ہیں؟"

عنبر نے کہا:

"اے راج کمار! سانپ انسانوں سے چاہے باتیں کریں یا نہ کریں، لیکن یہ بات آپ کو بھی ماننی ہو گی کہ آپ کو سانپ سے ڈسوا کر ہلاک کرنے کی سازش کی گئی تھی۔"

راج کمار سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگا:

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہماری رانی ماں نے ہمیں ہلاک کروانے کی سازش کی تھی؟"

عنبر نے کہا:

"ایسا کہنا نہیں چاہتا۔ مگر کہنے پر مجبور ہوں۔"

راج کمار بستر پر ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ غصّے سے بھر گیا۔

"چنا! تم ہمارے ملازم ہو۔ تمہیں میری ماں پر سازش کا الزام لگانے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

عنبر بولا:

"میں الزام نہیں لگا رہا مہاراج بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔"

"خاموش!" راج کمار نے گرج کر کہا۔

عنبر خاموش ہو گیا۔ راج کمار غصّے میں بستر پر سے اُٹھ کر خیمے کے اندر ٹہلنے لگا۔ پھر عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا:

"چنّا! تم میرے ملازم ہی نہیں دوست بھی ہو۔ میں نے تمہیں ڈانٹا ہے۔ مجھے معاف کر دو اور — اور آئندہ کبھی ہماری رانی ماں کے بارے میں ایسی بات منہ سے نہ نکالنا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں سانپ نکل آیا اور اس نے ہمیں ڈس دیا۔ اس بات کو بھول جاؤ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا:

"جو حکم مہاراج!"

راج کمار نے عنبر کو سینے سے لگا لیا اور کہا:

"اب تم بھی جا کر سو جاؤ۔ صبح شکار پر چلنا ہے۔"

عنبر اپنے خیمے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ عنبر کو جوگی کی باتوں کا خیال آنے لگا۔ اس نے کہا تھا کہ رانی ماں کونا یعنی راج کمار کی سوتیلی ماں کوئی بھیانک گناہ کرے گی جس کی سزا اسے یہ ملے گی کہ جنم جنم تک اس کا جسم آگ میں جلتا رہے گا۔ ایک گناہ تو اس نے یہ کیا تھا کہ راج کمار کو سانپ سے ڈسوانے کی کوشش کی تھی مگر راج کمار کی جان بچ گئی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ ایک بار پھر راج کمار کو مروانے کی کوشش کرے۔ عنبر نے سوچا کہ وہ راج کمار کی جان کی حفاظت کرے گا۔ کیوں کہ جوگی نے کہا تھا:

"عنبر! اپنا فرض پوری طرح ادا کرنا۔ اس کے بعد حالات ایسا رخ پلٹیں گے کہ تمہاری ناگ اور ماریا سے ملاقات ہو جائے گی اور تم یہ بھی دیکھو گے کہ انسان کو اس کے بُرے کاموں کی سزا کس طرح ایک نہ ایک دن مل کر رہتی ہے۔"

عنبر نے سوچا کہ راجکمار کے پاس جو سانپ کو اپنی طرف بُلانے

گدھوں کو درختوں کے اوپر آسمان پر گول چکر کاٹتے دیکھا اس نے راج کمار کو ساتھ لیا اور ان درختوں کے پاس آ گیا۔ وہاں جو منظر انہوں نے دیکھا اس سے راج کمار کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا۔ وہاں درختوں کے نیچے گھاس پر راجکمار کے نوکر کی لاش پڑی تھی۔ لاش کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا۔ اور چھ سات کالے سانپ پھن اٹھائے لاش کے گرد چکر لگا رہے تھے اور لاش کو بار بار ڈس رہے تھے۔ فضا میں اس عطر کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو راج کمار کنالا کی سوتیلی ماں نے اسے دیا تھا اور جس کی وجہ سے ایک رات پہلے سانپ راج کمار پر بھی حملہ کر چکا تھا۔ عطر کی نیلی شیشی ٹوٹی ہوئی لاش کے پاس پڑی تھی اور سارا عطر نوکر کے کپڑوں پر اور گھاس پر پھیلا ہوا تھا۔

عنبر نے راج کمار کی طرف دیکھ کر کہا:

"مہاراج! اس شخص کی موت عطر کی خوشبو کی وجہ سے ہوئی ہے۔ بوتل اس کے پاس تھی۔ یہ گھوڑے سے گر پڑا۔ بوتل ٹوٹ گئی۔ عطر کی خوشبو پھیلی اور سانپوں نے جنگل سے نکل کر اس پر حملہ کر کے ہلاک کر دیا۔"

راج کمار خاموشی سے نوکر کی لاش کو دیکھتا رہا پھر عنبر سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہنے لگا:

"چنّا! واپس چلو۔ میں اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکتا۔"

راج کمار کے دل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے سانپ کو بلانے والے عطر کی بوتل دے کر اسے ہلاک کرنے کی سازش کی تھی۔ مگر اس کا دل اداس ہو گیا تھا۔ وہ اسی روز شکار سے اپنے محل میں واپس آ گیا۔

راج کمار کو زندہ واپس آتے دیکھ کر راج کمار کی سوتیلی ماں رانی کردنا کو بڑی حیرانی اور مایوسی ہوئی۔ مگر وہ راجکمار سے پوچھ نہیں سکتی تھی کہ اس نے خوشبو لگائی تھی کہ نہیں مگر اس کا دل یہ معلوم کرنے کو بے چین تھا کہ آخر اس کی سازش کامیاب کیوں نہیں ہوئی۔ یہ مسئلہ عنبر نے حل کر دیا۔ جب رانی کردنا نے راج کمار سے پوچھا کہ وہ اتنی جلدی شکار سے کیسے واپس آ گیا تو عنبر نے کہا:

"رانی ماں! نوکر کرم داس مر گیا۔ جانے کیا ہوا۔ آپ کی دی ہوئی عطر کی بوتل اس کے پاس تھی۔ بوتل ٹوٹ گئی اور سانپوں نے اسے ڈس کر ہلاک کر دیا۔"

راج کمار نے عنبر کی طرف غصّے سے دیکھا اور کہا:

"تم کون ہوتے ہو یہ فیصلہ کرنے والے؟"

پھر اس نے اپنی سوتیلی ماں سے کہا:

"ماتا جی! نوکر اپنی موت مرا ہے۔ جنگل میں وہ اس طرف نکل گیا جہاں سانپوں کا بسیرا تھا۔ سانپوں نے انہیں ڈس لیا۔ پھر میرا جی اداس ہو گیا اور میں واپس اپنے محل آ گیا۔"

رانی کردنا نے بڑی عیاری سے کہا:

"بھگوان اسے سورگ باش کرے۔ اب تم آرام کرو اور اپنے جی کو اداس نہ ہونے دو۔"

رانی کردنا واپس چلی گئی۔ وہ اپنا دل مسوس رہی تھی کہ اس کی سکیم کامیاب نہیں ہو سکی۔ اب اس نے ایک اور ترکیب پر غور کرنا شروع کر دیا۔ ادھر راج کمار کے دل میں بھی اپنی سوتیلی ماں کے بارے میں کچھ شک سا پڑ گیا تھا مگر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جس سوتیلی ماں کے ساتھ وہ سگی ماں ایسا پیار کرتا ہے وہ اس کی جان لینے کی کوشش کر سکتی ہے۔ راج کمار نے اپنے دل کا حال عنبر پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ وہ ایک راج کمار تھا اور راج کمار اپنے راز نوکروں کو نہیں بتایا کرتے۔

مگر عنبر چوکس ہو گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ رانی کردنا اب کوئی اور سازش کرے گی۔ لیکن اس بار رانی کردنا جو سازش

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر رہی تھی اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ایک رات عنبر راج کمار کی کمر کے گرد لپٹی ہوئی ہیرے موتیوں والی چمڑے کی پیٹی اتار رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ خنجر کے نیام میں سے راج کمار کا خنجر غائب ہے اور نیام خالی ہے۔ عنبر نے راج کمار سے خنجر کے بارے میں پوچھا تو نے حیرانی سے خالی نیام کو دیکھ کر کہا:

"مجھے نہیں معلوم کہاں چلا گیا۔ سارا دن تو اس نیام میں رہا تھا۔"

عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔ اس میں کوئی سازش ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ سمجھ نہ سکا کہ آخر راج کمار سے خنجر کو غائب کر دینے میں کیا سازش ہو سکتی ہے۔ راج کمار کھانا کھا کر اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔ عنبر بھی اپنی کوٹھڑی کے باہر چارپائی پر لیٹ گیا اور سب باتوں کو بھلا کر ناگ اور ماریا کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ ڈھائی ہزار سال پیچھے کے زمانے میں آ گیا ہے اور جوگی نے کہا تھا کہ حالات اپنے آپ ایسی شکل اختیار کریں گے کہ اس کی ناگ اور ماریا سے ملاقات ہو جائے گی۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی کہ اچانک راجکمار کی سوتیلی ماں رانی کردنا کے محل میں پکڑو پکڑو کا شور

بلند ہوا اور محل کی مشعلیں روشن ہو گئیں۔ شور کی آواز سن کر راج کمار کی بھی آنکھ کھل گئی۔ وہ اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ عنبر پہلے سے ہی جاگ رہا تھا۔ راج کمار نے عنبر سے پوچھا کہ یہ شور کیسا تھا اور رانی ماں کے محل میں آدھی رات کو روشنی کیوں ہو گئی ہے؟ عنبر کسی گہری سوچ میں گم تھا، چونک کر بولا:

"رانی ماں کے محل سے پکڑو پکڑو کا شور بلند ہوا تھا پھر محل کی شمعیں روشن ہو گئیں اور اب خاموشی چھا گئی ہے۔"

راج کمار نے تلوار نکالی اور عنبر کو ساتھ لے کر رانی ماں کے محل کی طرف گیا۔ محل میں داسیاں پریشان پھر رہی تھیں۔ رانی ماں اپنے کمرے میں نہیں تھی۔ راجکمار نے نوکرانیوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟

ایک داسی نے کہا:

"مہاراج! کسی نے رانی ماں کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"رانی ماں کو قتل کرنے کی؟" راج کمار نے حیرت سے کہا۔

"ہاں راج کمار!" داسی نے کہا:

"قاتل بھاگ گیا ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اور رانی ماں کہاں ہیں؟"

"مہاراج کے محل میں گئی ہیں۔"

راج کمار نے خنجر کو ساتھ لیا اور اپنے پتا یعنی باپ راجہ منوداس کے محل کی طرف آگیا جو رانی ماں کے محل کے ساتھ ہی تھا۔ راج کمار اپنے باپ راجہ منوداس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کی سوتیلی ماں پلنگ پر بیٹھی آنسو بہا رہی ہے۔ اس کا باپ غصّے کے عالم میں پلنگ کے پاس ٹہل رہا ہے اور راجکمار کا خنجر پلنگ پر رکھا ہوا ہے۔ راج کمار نے جاتے ہی باپ کو ادب سے سلام کیا۔ خنجر ایک طرف ادب سے کھڑا ہو گیا۔ راج کمار کا خنجر وہاں راجہ کے پلنگ پر دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا کہ کوئی گہری سازش ہو گئی ہے۔ راجہ نے اپنے بیٹے راج کمار کی طرف غصّے سے دیکھا اور پھر پلنگ پر رکھے ہوئے خنجر کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"راج کمار کُنٹالا! اس خنجر کو پہچانتے ہو؟"

راج کمار نے کہا:

"ہاں مہاراج! یہ میرا خنجر ہے۔ مگر یہاں کیسے آ گیا؟ یہ تو کل سے گم ہو گیا تھا؟"

پھر راج کمار نے اپنی سوتیلی ماں کی طرف دیکھ کر کہا:

"ماتا جی! وہ کون گستاخ تھا جس نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا؟"

راجہ نے طیش میں آ کر کہا:

"اپنی سوتیلی ماں پر خود ہی قاتلانہ حملہ کر کے پوچھتے ہو کہ قاتل کون تھا؟"

"میں کچھ سمجھا نہیں مہاراج؟" راج کمار نے حیرانی سے کہا: مگر عنبر سب کچھ سمجھ گیا تھا اور سر جھکائے کھڑا تھا۔ راجکمار کی سوتیلی ماں نے بڑی ہی خطرناک چال چلی تھی اور کوئی بھیانک بات اب ہونے والی تھی۔ راجہ کا چہرہ غصّے سے لال ہو رہا تھا۔ اس نے راج کمار کا خنجر اٹھاتے ہوئے کہا:

"جب تم یہ خنجر لے کر اپنی سوتیلی ماں کو قتل کرنے اس کے کمرے میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت تم کچھ نہیں سمجھے تھے کہ تم کیا کرنے والے ہو؟ تمہیں ایک پل کے لیے بھی یہ خیال نہ آیا کہ تم اپنی ماں کو قتل کرنے آئے ہو۔"

راج کمار کے چہرے پر ایک نورانی چمک آ گئی۔ اب ہر بات اس کے ذہن میں کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ اس کی سوتیلی ماں نے اسے پہلے بھی ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اب اس پر ایک ایسا الزام لگایا تھا جس کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اُس نے اپنے باپ سے کہا:

"پتا جی! میں دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رانی ماں کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"تو پھر یہ خنجر تمہاری ماتا کے کمرے میں کیسے آ گیا؟ تم اندر داخل ہوئے۔ تم نے اپنی ماں کو ہلاک کرنا چاہا۔ وہ جاگ پڑی، اس نے شور مچا دیا اور تم خنجر وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔"

راج کمار نے کہا:

"مگر کیا رانی ماں نے مجھے وہاں سے بھاگتے دیکھا تھا۔ کیا انہیں یقین ہے کہ وہ میں ہی تھا؟"

راجہ نے رانی کرونا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"مہارانی! اس بدبخت کو بتاؤ تم نے کیا دیکھا تھا؟"

رانی کرونا بڑی مکاری سے آنسو بہا رہی تھی۔ اس نے کہا:

"مہاراج! جب میں نے شور مچایا تو ایک آدمی خنجر پھینک کر بھاگا۔ میں بھی اس کے پیچھے بھاگی اور جب وہ کھڑکی میں سے چھلانگ لگانے لگا تو میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ وہ راج کمار کُنّالا تھا۔"

راجہ نے کنالا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں غصے سے خون اُترا ہوا تھا۔

"اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ کیا تمہاری ماں جھوٹ بول رہی ہے؟ کیا ایک ماں اپنے بیٹے پر کبھی قاتلانہ حملے کا الزام لگا سکتی ہے؟ جب تک کہ وہ اس پر حملہ نہ کرے۔"

راج کمار نے کہا:

"پتا جی! رانی ماں کو میں نے ہمیشہ اپنی سگی ماں کی طرح جانا ہے۔ میں انہیں جھوٹا کہہ کر ان کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔"

راجہ نے کہا:

"تو پھر تم مانتے ہو کہ تم نے اپنی ماں کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور اس قتل سے تمہارا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے پرتاپ کمار کو تخت پر بٹھانے کی کوشش نہ کر سکے۔"

راج کمار نے کہا:

"میں نے اپنی ماں کو قتل کرنے کی ہرگز کوشش نہیں کی۔ میں ایسا سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں اور مجھے تخت کی بھی کوئی خواہش نہیں ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیکن مہاراج! میں اپنی ماں کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا
آپ مجھے جو سزا دیں گے۔ میں اسے خوشی سے
قبول کروں گا۔"

راجہ کا جسم غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ
اٹھا کر کہا:

"ہم کل تمہاری سزا کا اعلان کریں گے۔ کل ساری
دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ مہوداس راجہ کا انصاف
کیا ہے اور جو لڑکا اپنی ماں کو قتل کرنے کی
کوشش کرتا ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اب تم
میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔"

راج کمار نے جھک کر پہلے اپنے باپ اور پھر ماں کو
سلام کیا اور عنبر کو ساتھ لے کر راجہ کے محل سے باہر
نکل آیا۔

راج کمار باقی رات سو نہ سکا۔ عنبر اس کے پلنگ کے
پاس بیٹھا اس کی خدمت کرتا رہا۔ راج کمار کو اب پتہ چلا
کہ اس کا وفادار ملازم چتا ٹھیک کہتا تھا کہ اس کی سوتیلی
ماں اس کو ہلاک کروانے کی سازش کر رہی ہے۔ اب وہ
اپنی سازش میں کامیاب ہو گئی تھی کہ صبح خدا جانے اسے
کون سی سزا ملنے والی تھی۔ راج کمار اس لیے پریشان نہیں

کہ صبح اسے بہت بڑی سزا ملنے والی تھی۔ بلکہ وہ اس
لیے اداس تھا کہ جس ماں کو وہ اپنی سگی ماں سمجھتا تھا اس
نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اس نے آہ بھر کر کہا:
"چتا! کیا دنیا سے نیکی اٹھ گئی ہے؟ کیا ایک ماں
بھی اپنے بیٹے پر جھوٹا الزام لگا سکتی ہے؟"

عنبر نے کہا:
"مہاراج! آپ جی ہلکا نہ کریں۔ آپ کا ضمیر صاف
ہے۔ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔"

اسی طرح رات گذر گئی۔

دوسرے روز دربار لگا۔ راجہ نے اعلان کر دیا کہ راجکمار
نے اپنی ماں کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ ایک بھیانک
جرم ہے۔ ایک بھیانک گناہ ہے۔

"چنانچہ ہم حکم دیتے ہیں کہ اس بھیانک جرم کی
وجہ سے راجکمار کنکالا کی آنکھیں گرم سلائی پھیر کر
اندھی کر دی جائیں۔"

دربار کے وزیر نے ہاتھ باندھ کر کہا:
"مہاراج! راج کمار کے لیے کوئی نرم سزا سوچی
جائے۔"

"خاموش" راجہ نے گرج کر کہا: "انصاف کے سامنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اولاد کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ عین انصاف کے مطابق کیا ہے۔ آئندہ ہمارے فیصلے پر کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہو۔"

دربار میں سناٹا چھا گیا۔ راج کمار کو زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا گیا۔ عنبر محل کے سامنے اپنی کوٹھڑی میں اداس بیٹھا تھا اور سوچ رہا تھا کہ تخت اور تاج کے لیے ایک سوتیلی ماں اپنے سوتیلے بیٹے کو راہ سے ہٹانے کے لیے ایسا ظلم بھی کر سکتی ہے۔ راج کمار نے اپنی سوتیلی ماں کی اتنی عزت کی تھی کہ بھرے دربار میں اسے جھوٹا نہیں کہا بلکہ اس کی عزت رکھنے کے لیے خود اپنی آنکھیں نکلوانا قبول کر لیا۔ عنبر راج کمار کے اس کردار سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ اس نے اپنی سوتیلی ماں کے لیے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ جوگی نے سچ کہا تھا۔ سوتیلی ماں ظالم رانی کردنا نے ایک بھیانک گناہ کر لیا تھا۔ یہی وہ گناہ تھا جس کی سزا اسے یہ ملنے والی تھی کہ وہ ہمیشہ جہنم کے آگ کے شعلوں میں جلتی رہے گی اور جس کی لاش کو عنبر نے خود اپنی آنکھوں سے لاہور کے ویران شمشان میں جلتے دیکھا تھا۔ عنبر خود ایک درد انگیز ڈرامے میں الجھ گیا تھا۔ خدا جانے ابھی کون کون سے خون ناک واقعات پیش

آنے والے تھے۔ عنبر کو ماریا اور ناگ سے ملنا تھا اور جوگی نے کہا تھا کہ وہ ان واقعات میں سے گذر کر ہی ماریا اور ناگ سے مل سکتا ہے۔ عنبر نے اپنے آپ کو آنے والے تمام خون ناک واقعات کے لیے تیار کر لیا تھا۔

اگلے دن جب سورج ڈھل رہا تھا تو بے گناہ راجکمار کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کے لیے اسے تہہ خانے میں لے جایا گیا۔ وہاں سوائے جلاد اور سپاہیوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ لوہے کی سلائیاں آگ میں تپائی جا رہی تھیں۔ راج کمار زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر نیکی کا نور پھیلا ہوا تھا۔ اسے لکڑی کے ایک کھمبے کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ ایک سپاہی گرم سلائیاں جو آگ سے سرخ ہو رہی تھیں لے کر آ گیا۔ جلاد نے سلائیاں پکڑیں اور راج کمار کی طرف بڑھا۔

راج کمار نے اوپر آنکھیں اٹھائیں اور کہا:

"اے دنیا کے پالنے والے! تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔ میری ماں کو معاف کر دینا۔"

اور جلاد نے راج کمار کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ تکلیف سے راج کمار کے ہونٹ بھنچ گئے مگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُس نے آواز تک نہ نکالی۔ راج کمار کی آنکھوں سے خون نکلا اور جل کر جم گیا۔ وہ اندھا ہو چکا تھا۔ اس کی زنجیریں کاٹ دی گئیں اور اسے سپاہیوں نے اس کے محل میں پہنچا دیا۔ عنبر محل کے باہر راج کمار کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے تہہ خانے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس نے راجکمار کو اندھا دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عنبر کی آنکھوں میں شاید پہلی بار آنسو آئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر راج کمار کو بازو سے تھام لیا اور آنسوؤں بھری آواز میں کہا:

"راج کمار! ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا کر دیا؟"

راج کمار نے کہا:

"سزا میرے باپ کا حکم تھا۔ میں نے اپنے باپ کا حکم مانا تھا۔ میں نے اپنے باپ کا حکم مانا ہے اور اپنی سوتیلی ماں کی لاج رکھی ہے۔ میرا ضمیر صاف ہے چنّا۔ مجھے کوئی دُکھ نہیں۔"

عنبر راج کمار کو محل میں لے جانے لگا تو راج کمار نے کہا:

"چنّا! اب اس محل سے میرا دل اُٹھ گیا ہے۔ اس محل میں اب میں داخل نہیں ہوں گا۔ مجھے

جنگل میں جنگلی جانوروں میں چھوڑ کر تم بھی چلے جاؤ۔ جنگلی جانوروں میں انسانوں سے زیادہ مہر و محبت ہوتی ہے۔"

عنبر نے راج کمار کا بازو تھام کر کہا:

"راج کمار! میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ تم جہاں جاؤ گے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔"

راج کمار نے کہا:

"تو پھر اس محل سے نکل چلو۔ ہم جنگل میں جا کر بسیرا کریں گے۔"

عنبر نے راج کمار کو ساتھ لیا۔ اسے گھوڑے پر بٹھایا خود بھی ایک گھوڑے پر بیٹھا اور محل کے بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کی دونوں طرف محل کے نوکر اور داسیاں اندھے راج کمار کو محل سے رخصت ہوتے دیکھ کر رو رہی تھیں۔

راج کمار نے عنبر سے کہا:

"چنّا! ان لوگوں کو کہو کہ مجھے اس حالت میں محل سے جاتا دیکھ کر آنسو نہ بہائیں۔ میں نے اپنے ماں باپ کی لاج کی خاطر اپنی آنکھیں نکلوائی ہیں۔ میرا دل دُکھی نہیں ہے۔ انہیں کہو واپس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

محل میں جا کر میری ماتا اور میرے پتا کو میرا
سلام کہیں۔"

عنبر نے راج کمار کا پیغام نوکروں اور داسیوں کو دیا
تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ راج کمار کا گھوڑا آہستہ
آہستہ چلتا محل کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ عنبر گھوڑے
پر بیٹھا اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ دردناک منظر
دیکھ کر سورج بھی اداس ہو گیا اور اس نے درختوں کے
پیچھے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ راج کمار اور عنبر کے گھوڑے
آہستہ آہستہ چلتے محل سے دُور ان درختوں میں جا کر رات
کے اندھیرے میں گم ہو گئے جہاں سے جنگل شروع
ہوتا تھا۔

جنگل میں کافی دیر تک چلنے کے بعد جب رات
گہری ہونے لگی تو عنبر نے ایک چشمے کے کنارے راجکمار
کو گھاس پر لٹا دیا۔ خود جنگل سے خاص قسم کی جڑی
بوٹیاں توڑ لایا۔ انھیں پتھروں پر گھسا اور ان کی دوا بنا
کر کے راجکمار کی آنکھوں پر لگا کر اوپر کیلے کے پتے
باندھ دیئے۔ اس سے راج کمار کی درد کم ہو گئی۔ اس نے
عنبر سے کہا:

"چتا! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم دوا دارو بھی کر

لیتے ہو۔ اس دوائی نے مجھے آرام دیا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! مجھے جنگلی جڑی بوٹیوں کی کچھ سمجھ ہے۔
میں نے ایسی دوا بنا کر لگائی ہے جس سے
دو ایک دنوں میں آپ کا زخم اچھا ہو جائے
گا۔ کاش! مجھے کسی ایسی بوٹی کا علم ہوتا جس
سے آپ کی آنکھوں کی بینائی واپس آ سکتی۔"

راج کمار نے عنبر کا ہاتھ ٹٹول کر اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا:

"چتا! تمہاری وفاداری پر میں جتنا بھی ناز کروں کم
ہے۔ تم نے میرے لیے وہ کیا ہے جو شاید اپنا
سگا بھائی بھی نہ کر سکے۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! میں اپنا انسانی فرض ادا کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد عنبر جنگل سے توڑ کر جنگلی پھل لے آیا۔
اس نے راج کمار کو پھل کھلا کر ٹھنڈا پانی پلایا۔

راج کمار نے پوچھا:

"تم بھی کھا رہے ہو نا چتا؟"

عنبر کچھ نہیں کھا رہا تھا۔ اسے کھانے کی ضرورت بھی
نہیں تھی۔ مگر اس نے راج کمار کا دل رکھنے کے لیے یونہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

منہ سے چپ چپ کی آواز نکالتے ہوئے کہا:
"میں کھا رہا ہوں مہاراج"
تھوڑی دیر بعد راج کمار کو نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ عنبر اس کے سرہانے بیٹھا ناگ اور ماریا کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر وہ راج کمار کے ساتھ گذرے ہوئے واقعے پر غور کرنے لگا۔ اسے راج کمار کی آنکھوں کی بینائی چلے جانے کا بے حد دُکھ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب کوئی معجزہ ہی راج کمار کی آنکھیں واپس دلا سکتا ہے۔
یونہی رات گذر گئی۔ جنگل میں صبح کی روشنی پھیلنے لگی۔ درختوں میں پرندوں نے چہچہانا شروع کر دیا۔ راج کمار کی آنکھ کھل گئی۔ عنبر نے چشمے پر لے جا کر راج کمار کا منہ ہاتھ دُھلایا۔ آنکھوں میں نئی دوا لگائی۔ کھانے کو جنگل کے تازہ میٹھے پھل توڑ کر دیئے اور گھوڑوں پر بیٹھ کر آگے روانہ ہو گئے۔
جنگل جنگل سفر کرتے انہیں سات روز گذر گئے۔ راج کمار کی آنکھوں کے زخم اچھے ہو گئے تھے۔ ایک روز وہ ایک خوبصورت پہاڑی کے دامن میں پھیلی ہوئی وادی میں پہنچے جہاں ایک نہر بہہ رہی تھی۔ درخت طرح طرح کے پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ نہر کے کنارے

گلاب اور گیندے کے جنگلی پھول کھلے تھے۔
راج کمار نے کہا:
"یہاں مجھے پھولوں اور پھلوں کی خوشبو آ رہی ہے اس خوشبو میں نہر کے پانی کی ٹھنڈی مہک بھی ہے۔ چنا! کیا ہم کسی خوبصورت وادی میں پہنچ گئے ہیں؟"
عنبر نے کہا:
"ہاں مہاراج! اتنی حسین وادی میں نے یہاں کہیں نہیں دیکھی۔"
راج کمار نے کہا:
"چنا! میری ایک بات مانو گے؟"
"کہیے مہاراج" عنبر نے کہا۔
راج کمار گھوڑے سے اتر آیا، کہنے لگا:
"تم کب تک ایک اندھے کا ہاتھ پکڑ کر سفر کرتے رہو گے۔ مجھے یہاں میرے حال پر چھوڑ دو اور واپس محل میں چلے جاؤ۔ خدا میری رکھوالی کرے گا۔"
عنبر نے راج کمار کا ہاتھ پکڑ کر اسے آم کے ایک درخت تلے بٹھا دیا اور کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مہاراج! ایسی بات پھر نہ کیجیے گا. میں آپ کو اس حالت میں اکیلا کبھی چھوڑوں گا آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ ہوں گا. میں آپ کی آنکھوں کا فرض ادا کر رہا ہوں. بھلا کبھی کسی کی آنکھوں نے بھی کسی کا ساتھ چھوڑا ہے۔"

راج کمار نے آہ بھر کر کہا:

"میری آنکھیں تو میرا ساتھ چھوڑ گئیں چنا!"

عنبر نے کہا:

"مگر میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا مہاراج میں یہاں آپ کے لیے ایک جھونپڑی بناؤں گا جہاں آپ آرام اور سکون سے جتنی دیر تک چاہے رہیں گے۔"

راج کمار نے آہ بھر کر کہا:

"جیسے تمہاری مرضی چنا!"

○

شاہی لاش کا راز

عنبر نے درختوں کی ٹہنیوں کی ایک جھونپڑی بنائی۔ اوپر کیلے کے پتوں کی چھت ڈالی. اندر ناریل اور کیلے کے نرم پتوں کا بچھونا بچھا کر اس پر راجکمار کو لٹا دیا.

"آپ یہاں آرام کریں مہاراج! میں آپ کی خدمت کروں گا۔"

راج کمار نے اداسی سے مسکرا کر کہا:

"چنا! میں تمہارے احسان کا بدلہ نہ چکا سکوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! میں یہ کسی احسان کے لیے نہیں کر رہا ہوں."

اب اس جنگل میں عنبر نے راج کمار کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ ایک ماہ گذر گیا۔ راجکمار دن کو جھونپڑی سے نکل کر عنبر کا ہاتھ پکڑ کر وادی کی سیر کرتا۔ ندی پر نہاتا۔ خدا کی عبادت کرتا. اور رات کو سونے سے پہلے وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے ان کے حق میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اللہ سے دعائیں مانگتا اور پھر سو جاتا۔ عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ واقعات آگے کیوں نہیں بڑھ رہے یہ وقت ایک جگہ آ کر تھم کیوں گیا ہے۔ آخر قدرت کیا چاہتی ہے اور جوگی نے جو پیش گوئی کی تھی کہ ماریا اور ناگ انہی حالات سے گذر کر اسے ملیں گے کب پوری ہو گی؟

ایک روز راج کمار اپنے راجہ باپ اور سگی ماں کو جو مر چکی تھی یاد کر کے بہت اداس ہو گیا۔ دوسرے روز سو کر اٹھا تو راج کمار نے عنبر کو آواز دے کر جھونپڑی میں بلایا اور کہا:

"چتا! رات میری سگی ماتا جی خواب میں آئی تھیں:"

عنبر نے کہا:

"اچھا مہاراج! پھر ماتا جی نے کیا کہا؟"

راج کمار بولا:

"ماتا جی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ کہہ رہی تھیں میرے بیٹے مجھے تمہارا دکھ جنت میں بھی چین سے نہیں رہنے دے رہا۔ میری بات سنو۔ کل ایک بزرگ تمہارے پاس آئے گا۔ وہ جو کہے اس کی بات پر عمل کرنا۔"

عنبر نے کہا:

"پھر؟"

راج کمار بولا:

"پھر میری آنکھ کھل گئی خیال رکھنا چتا! آج ایک بزرگ ادھر آئے گا۔"

"میں انتظار کروں گا مہاراج!"

دوپہر کے بعد عنبر نہر کے کنارے بیٹھا تھا ماریا اور ناگ کو یاد کر رہا تھا۔ راج کمار جھونپڑے سے باہر گھاس پر درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ ایک سفید پوش بزرگ نہر کنارے چلتے ہوئے آ گئے۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بارے میں راج کمار کی ماں نے خواب میں اشارہ دیا تھا۔ عنبر نے اٹھ کر بزرگ کی تعظیم کی۔

راج کمار نے پوچھا:

"کون آیا ہے چتا؟"

عنبر نے کہا:

"راج کمار! ایک بزرگ تشریف لائے ہیں۔"

راج کمار نے بھی اٹھ کر ادب سے سلام کیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سفید پوش بزرگ قریب آکر رُک گئے۔ راج کمار کی طرف دیکھ کر بولے،

"بیٹا! تم نے اپنی سوتیلی ماں کے ظلم و ستم کو صبر و شکر سے برداشت کیا ہے۔ خدا نے تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔ تمہارے دُکھوں کا وقت ختم ہو گیا ہے۔"

پھر بزرگ نے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"تم نے بھی جو قربانی دی ہے وہ بھلائی نہیں جا سکے گی میں اس سے زیادہ تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ نہر کنارے چلتے جانا۔ ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد تمہیں ایک گاؤں ملے گا جہاں مہاتما بدھ درشن دیں گے اور ایک بہت بڑے مجمعے سے خطاب کریں گے۔ جب یہ جلسہ ختم ہو جائے گا تو ایک بوڑھی عورت سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ اس کے بال چاندی کی طرح سفید ہوں گے۔ وہ تمہیں جو کچھ کہے ویسے ہی کرنا۔"

یہ کہہ کر بزرگ نہر کے کنارے آگے کو روانہ ہوئے

اور تھوڑی دُور جا کر غائب ہو گیا۔

راج کمار نے پوچھا۔

"چنا! کیا بزرگ بابا چلے گئے؟"

"ہاں راج کمار ـــــ اور اب تمہیں اکیلا چھوڑ کر مجھے بھی جانا ہو گا۔"

راج کمار نے کہا:

"بزرگ یہی کہہ رہے تھے۔ میں نے سن لیا ہے مگر تمہارے بغیر میں اداس ہو جاؤں گا چنا!"

عنبر بولا:

"راج کمار! میرا جانا بہت ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں تمہاری بھلائی کا کوئی پہلو نکل آئے میں آج ہی نکل چلوں گا۔"

عنبر نے شام کو راج کمار کو کھانا کھلا کر جھونپڑی میں لٹا دیا۔ اس کے پاس پھل اور پانی کا مٹکا رکھ دیا اور اس سے اجازت لے کر اپنے بڑے اہم سفر پر روانہ ہو گیا۔

عنبر نہر کے کنارے چل پڑا۔ چلتے چلتے اسے رات ہو گئی۔ عنبر کو سونے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ چلتا چلا گیا کیوں کہ بزرگ نے کہا تھا کہ اسے ایک رات اور ایک دن چلنا ہو گا۔ عنبر ساری رات سفر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرتا رہا۔ نہر آگے جا کر وادیوں اور ٹیلوں میں گھومتی تھی
کے وقت ایک ویران غیر آباد علاقے میں نکل آئی تھی۔
عنبر کہیں نہ رکا اور چلتا ہی رہا۔ دن گذر گیا نہر اب
دو پہاڑیوں کے درمیان آ گئی تھی۔ ان پہاڑیوں پر سرسبز
جھاڑیاں اگی تھیں۔ عنبر ایک چٹان کے پاس ذرا دم لینے
کو رُک گیا۔ یہاں پہاڑی کے دامن میں دور دور تک
اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ اس علاقے کو دیکھنے سے
ہی انسان کے دل پر دہشت چھا جاتی تھی۔
عنبر نے نہر میں اتر کر غسل کیا۔ پھر چٹان کے پاس
ایک پتھر کی سِل کی آڑ میں بیٹھ گیا اور راج کمار، سفید پوش
بزرگ، سوتیلی ماں کے ظلم اور ماریا اور ناگ کے بارے
میں سوچنے لگا۔ اتنے میں اسے ایک انسانی آواز سنائی
دی۔ یہ آواز بڑی باریک تھی اور ایسے لگ رہا تھا
جیسے زمین کے اندر سے آ رہی ہو۔ عنبر چوکنا ہو کر
اُٹھ بیٹھا اور آواز پر کان دھر دیئے۔ یہ آواز کسی عورت
کی معلوم ہوتی تھی۔ عنبر آواز کے تعاقب میں آگے
بڑھنے لگا۔ یہ آواز ایک جگہ سے بہت قریب لگ
رہی تھی۔ یہاں ایک بہت بڑا پتھر پہاڑی کی ڈھلانی دیوار
کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ عنبر نے کان لگا کر سُنا۔ آواز اس

پتھر کے پیچھے سے آ رہی تھی۔ عنبر نے پتھر کے ایک
کنارے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اسے ایک ہی جھٹکے
سے دُور پھینک دیا۔
پتھر کے پیچھے ایک کھوہ بنی ہوئی تھی۔ کھوہ میں
جھاڑیاں ہی جھاڑیاں ٹھونسی ہوئی تھیں۔
عنبر نے آواز دی:
"تم کون ہو؟"
اندر سے عورت کی کمزور آواز آئی:
"میرا نام سندری ہے۔ میں گاؤں رتنا ولی کے جولاہے
کی بیٹی ہوں۔ مجھے ڈاکو اغوا کر کے یہاں لے آئے
تھے بھگوان کے لیے مجھے باہر نکالو۔ میرا دم گھٹ
رہا ہے۔"
عنبر نے کانٹے دار جھاڑیوں کو نکال کر باہر پھینکا اور
اندر ایک دبلی پتلی سانولی سی لڑکی کو دیکھا جس کے
بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرہ پریشان تھا۔ عنبر نے
اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکالا۔ نہر پر لا کر اسے پانی پلایا۔
لڑکی کی جان میں جان آئی۔ مگر وہ اب بھی ڈری ہوئی
تھی:
"ڈاکو آ جائیں گے۔ وہ تمہیں بھی زندہ نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چھوڑیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"تم فکر نہ کرو۔ اب تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا گاؤں یہاں سے کس طرف ہے؟"

لڑکی نے اسی طرف اشارہ کیا جدھر عنبر جا رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ سندری کا گاؤں بھی وہی ہے جہاں عنبر جا رہا ہے۔ عنبر نے لڑکی سندری کو ساتھ لیا اور کہا:

"میں بھی اسی گاؤں میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں گا۔"

لڑکی نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"کہیں تم بھی تو مجھے اغوا کر کے نہیں لے جاؤ گے؟"

عنبر مسکرایا:

"نہیں بہن! بھلا کوئی بھائی بھی اپنی بہن کو اغوا کرتا ہے۔"

لڑکی سندری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اس کے ساتھ اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی۔ گاؤں کا راستہ نہر کے کنارے کنارے ہی جاتا تھا۔ وہ نہر کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے۔ دوپہر گذر چکی تھی، شام کو انہیں

گاؤں پہنچ جانا تھا۔ ابھی سورج پوری طرح غروب نہیں ہوا تھا کہ پیچھے سے تین گھوڑ سوار گھوڑے دوڑاتے آئے اور انہوں نے عنبر اور سندری کو گھیرا ڈال دیا۔

سندری نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"یہی وہ ڈاکو ہیں بھیا جنہوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

ان میں ایک ڈاکوؤں کے گروہ کا سردار تھا جس کے سر پہ بڑا سا پگڑ تھا اور ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ سندری بے چاری سہم کر عنبر کے پیچھے چھپ گئی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے قہقہہ لگایا اور تلوار کی نوک عنبر کی جانب کرتے ہوئے کہا:

"تو تم ہو جو ہمارا مال اڑا کر لیے جا رہے ہو؟"

پھر سردار نے اپنے ایک ڈاکو کا نام لے کر کہا:

"سردارے! یہ چوہا شیر کا شکار چرا کر لے جا رہا تھا۔ اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟"

سردارے ڈاکو نے کہا:

"سردار! اس کی گردن تین بار کاٹی جانی چاہیے۔"

تیسرے ڈاکو نے کہا:

"پہلے اس کے ایک ایک کر کے ہاتھ پاؤں کاٹے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جانے چاہئیں۔

سردار نے عنبر سے پوچھا:

"تمہارا کیا خیال ہے؟ پہلے تمہارے ہاتھ پیر کاٹے جائیں یا تین بار گردن کاٹی جائے؟ بولو تمہاری کیا مرضی ہے؟"

سندری بے چاری تھر تھر کانپ رہی تھی۔ دل میں سوچ رہی تھی کہ اُس نے خوامخواہ بے چارے اجنبی کو موت کے منہ میں ڈالا۔ عنبر کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی، اُس نے کہا:

"بہتر یہی ہے کہ جدھر سے آئے ہو اُدھر کو واپس چلے جاؤ۔"

سردار نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور اپنے تیسرے ڈاکو ساتھی سے کہا:

"ارجن! یہ چوہا کیا کہہ رہا ہے؟"

ارجن کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ چیخ کر بولا:

"سردار! میں اسے نیزے میں پرو ڈالوں؟"

سردار نے عنبر سے کہا:

"سُن میرا پٹھہ کیا کہہ رہا ہے؟"

عنبر نے بڑے آرام اور سکون سے کہا:

"تمہارا پٹھہ ہو کہ الّو کا پٹھہ ہو۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ میں تمہیں ایک بار پھر شرافت سے کہتا ہوں کہ جدھر سے آئے ہو اُدھر ہی کو واپس چلے جاؤ۔"

اس سے زیادہ ڈاکوؤں کے سردار کی کوئی بے عزتی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ارجن سے چلّا کر کہا:

"ارجن! زمین میں گاڑ دو اسے۔"

ڈاکو ارجن نیزہ تانے گھوڑا دوڑا کر عنبر کی طرف آیا کہ اسے اپنے نیزے میں پرو کر اوپر اٹھا لے اور پھر زمین میں نیزہ کے ساتھ ہی گاڑ دے۔ یہ ڈاکو لوگوں کو اس طرح قتل کرنے کا ماہر تھا۔ عنبر نے اسے آنے دیا اور اپنی جگہ سے ذرا نہ ہلا۔ جونہی ڈاکو نیزہ لے کر قریب آیا۔ عنبر نے نیزے کو پکڑ کر زور سے ایک جھٹکا دیا۔ ڈاکو ارجن گھوڑے پر سے اُچھلا اور لڑھکنیاں کھاتا زمین پر عنبر کے قدموں میں آن گرا۔ عنبر نے نیزہ اس کے سینے میں پوری طاقت سے گھونپ دیا۔ ایک چیخ بلند ہوئی اور نیزہ ڈاکو ارجن کے سینے سے ہو کر زمین میں آدھے سے زیادہ دھنس گیا۔ اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر ڈاکوؤں کا سردار پاگل ہو گیا۔ وہ تلوار لہراتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چیخ مار کر عنبر پر لوٹ پڑا؛

مگر دوسرے ہی لمحے وہ بھی زمین پر اس طرح پڑا تھا کہ اس کی تلوار اسی کے سینے میں دستے تک اُتری ہوئی تھی۔ تیسرا ڈاکو دم دبا کر بھاگ گیا۔ سندری جو سہمی ہوئی تھی اپنے منہ بولے بھائی کی بہادری پر دنگ رہ گئی۔ عنبر نے ڈاکوؤں کے دونوں گھوڑوں کو پہچان لیا۔ گھوڑے بھی عنبر کے قریب آ کر تھوتھنیاں اٹھا اٹھا کر خرخر کرنے لگے تھے۔ یہ وہ گھوڑے تھے جن پر وہ اور راج کمار سوار ہو کر شاہی محل سے نکلے تھے اور جنہیں انہوں نے جنگل میں جھونپڑی بنانے کے بعد آزاد کر دیا تھا۔ عنبر نے ایک گھوڑے پر سندری کو بٹھایا۔ دوسرے گھوڑے پر خود سوار ہوا اور گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

شام کے وقت عنبر اور سندری گاؤں پہنچ گئے۔

یہی وہ گاؤں تھا جس کے بارے میں سفید پوش بزرگ نے کہا تھا کہ عنبر کو ایک چاندی کے تار ایسے سفید بالوں والی بوڑھی غریب عورت ملے گی اور اسے راج کمار کے بارے میں کوئی بات بتائے گی۔ عنبر نے سندری کو اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑا اور خود اس میدان کی طرف آ گیا جہاں اس رات مہاتما گوتم بدھ نے

وعظ کرنا تھا۔ میدان میں لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ جو کوئی آتا اپنے ساتھ زیتون کے تیل کا دِیا روشن کر کے لاتا اور چبوترے کی سیڑھیوں پر رکھ دیتا۔ یہ سیڑھیاں اوپر چبوترے تک چلی گئی تھیں جہاں مہاتما بُدھ نے آ کر وعظ کرنا تھا۔ سیڑھیوں پر اوپر سے نیچے بے شمار دیئے روشن تھے اور جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔

عنبر نے بھی مٹی کا ایک دِیا خریدا اور درخت کے نیچے بنی ہوئی کوٹھڑی میں اس موٹے آدمی کے پاس آ گیا جو زیتون کا تیل لوگوں کے دیوں میں ڈال کر اُن سے منہ مانگی قیمت وصول کرتا تھا۔ یہ بڑا لالچی اور سخت مزاج موٹا آدمی تھا اور گاہکوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کر رہا تھا۔ عنبر نے اپنا مٹی کا چراغ آگے کیا تو اُس نے اس میں زیتون کے تیل کی ایک ڈوئی ڈالی اور کہا:

"لاؤ جی ایک اشرفی"

اس زمانے میں سونے کی ایک اشرفی کی بڑی قیمت ہوا کرتی تھی مگر لوگ مجبور ہو کر تیل والے لالچی دکاندار کو ایک اشرفی ہی دے رہے تھے کیوں کہ انہیں مہاتما گوتم بدھ سے عقیدت تھی اور وہ اس کا وعظ سننے آئے تھے اور سیڑھیوں پر مذہبی رسم کے طور پر زیتون کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تیل کا دِیا ضرور روشن کرنا چاہتے تھے۔ عنبر کے پاس صرف ایک ہی اشرفی تھی۔ اس نے اشرفی دے دی اور دیئے میں تیل ڈلوا کر واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد دوسرے لوگ اپنے اپنے چراغوں میں تیل ڈلوانے لگے۔ وہاں کافی بھیڑ ہو گئی تھی۔ اس بھیڑ میں ایک بوڑھی عورت جس کے سر کے سارے بال چاندی کے تاروں کی طرح سفید تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے سر آہستہ آہستہ ہل رہا تھا اپنا مٹی کا خالی چراغ تھامے ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی۔ لوگ اپنے اپنے چراغوں میں تیل ڈلوا کر باہر جاتے اور اسے روشن کر کے سیڑھیوں میں رکھ دیتے۔ بے چاری بوڑھی عورت کو کوئی نہیں پوچھ رہا تھا۔ اس کے پاس زیتون کا تیل خریدنے کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ اس نے دو تین آدمیوں سے کہا بھی کہ بھائی میں غریب عورت ہوں۔ مجھے اپنے چراغ میں سے تھوڑا سا تیل دے دو تاکہ میں بھی اپنا چراغ روشن کر لوں۔ مگر کسی نے اس غریب بوڑھی عورت کی بات نہ سنی۔ کسی نے اسے تیل کا ایک قطرہ بھی نہ دیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو بوڑھی عورت کو دیکھ کر بددماغ دکاندار نے کہا:

"کیوں مائی بوڑھی! تو اپنا چراغ لیے وہاں کیا کر رہی ہے۔ چراغ میں تیل کیوں نہیں ڈلواتی؟"

بوڑھی غریب عورت نے خالی چراغ والا ہاتھ آگے پھیلا کر کہا:

"بیٹا میرے پاس تیل خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں کیا تو مجھے تھوڑا سا تیل خیرات کر دے گا۔ تاکہ میں بھی مہاتما جی کی سیڑھیوں پر اپنا چراغ روشن کر لوں؟"

دکاندار نے قہقہہ لگایا اور نفرت سے کہا:

"چل مائی بھاگ جا یہاں سے، پیسے نہیں ہیں تو تیل بھی نہیں ملے گا۔"

بوڑھی عورت نے منت کرتے ہوئے کہا:

"بیٹا! میں غریب ہوں۔ بڑی مشکل سے ایک وقت کی روٹی بھیک مانگ کر کھاتی ہوں مجھے میرے چراغ کے لیے تھوڑا سا تیل دے دے تجھے دعائیں دوں گی۔"

دکاندار نے جھڑک کر کہا:

"مائی تجھے کہہ جو دیا کہ پیسے لائے گی تو تیل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملے گا نہیں تو بھاگ جا یہاں سے۔"

بوڑھی عورت مایوس ہو گئی۔ اس کا دل اداس ہو گیا۔ وہ مہاتما بدھ کے لیے اپنا مٹی کا دیا ضرور روشن کرنا چاہتی تھی۔ اچانک اسے اپنے بالوں کا خیال آ گیا۔ وہ تیر کمان کا زمانہ تھا اور اس زمانے میں عورتوں کے بالوں کی رسیاں بنا کر کمانیں بنائی جاتی تھیں۔ ایسی کمانیں بہت مضبوط ہوا کرتی تھیں چنانچہ عورتیں اپنے بال فروخت کر دیا کرتی تھیں۔ بوڑھی عورت نے اپنے سفید بالوں پر ہاتھ رکھ کر دکاندار سے کہا:

"میرے پاس سوائے ان سفید بالوں کے اور کچھ نہیں اسے کاٹ لے اور میرے دیئے میں تھوڑا سا تیل ڈال دے۔"

بدماغ دکاندار نے کہا:

"مائی میں ان کمزور سفید بالوں کو لے کر کیا کروں گا۔ اچھا۔ تو کہتی ہے تو کاٹے لیتا ہوں۔"

دکاندار نے چھری اٹھائی۔ بوڑھی عورت نے اپنا سر آگے کر دیا۔ دکاندار نے بڑی بے دردی سے عورت کے سر کے سارے بال کاٹ کر ایک کونے میں رکھ دیئے اور اس کے مٹی کے چراغ میں زیتون کا تیل ڈال دیا۔

ی بہت خوش ہوئی۔ اس نے اپنا دیا جلایا اور باہر ر مہاتما بدھ کے چبوترے کی سیڑھیوں میں ایک ن رکھ دیا۔

مہاتما بدھ چبوترے پر بیٹھے وعظ سنا رہے تھے۔ سب ل خاموش بیٹھے۔ عنبر بھی وہاں بیٹھا تھا اور اس کی یں سفید بالوں والی بوڑھی عورت کو تلاش کر رہی یں۔ اتنے میں بڑے زور کی آندھی آ گئی کئی درخت وں سے اکھڑ گئے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اپنی ان کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ نیز ہوا میں سیڑھیوں لوگوں نے جو چراغ روشن کیے تھے وہ ایک ایک ر کے بجھنے لگے۔ بوڑھی عورت ایک طرف ہاتھ باندھے ٹھی اپنے چراغ کی ننھی سی لو کو دیکھ رہی تھی اور خدا ے دعا مانگ رہی تھی کہ اے خدا میرے چراغ کو وشن رکھنا۔ آندھی کے ساتھ ہی بادل چمکنے لگے۔ بجلی وکنے لگی اور بارش شروع ہو گئی۔ جو چراغ باقی رہ گئے تھے وہ بارش میں بجھتے چلے گئے۔

میدان لوگوں سے خالی ہو گیا۔ اب صرف چبوترے ر مہاتما بدھ آنکھیں بند کیے سکون سے بیٹھے تھے۔ عنبر یک طرف بیٹھا تھا اور تیسری وہ بوڑھی عورت تھی جو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک درخت کے تنے کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی۔
سیڑھیوں پر جلائے ہوئے لوگوں کے سارے دیئے بجھ چکے تھے، صرف ایک دیا روشن تھا اور وہ دیا بوڑھی عورت کا تھا جس نے اپنے سر کے سفید بال بیچ کر تیل ڈلوا کر روشن کیا تھا۔

اتنے زبردست طوفان بارش اور آندھی میں بھی بوڑھی عورت کا چراغ روشن رہا تھا اور بجھ نہ سکا تھا۔ عنبر اس بات پر بڑا حیران تھا کہ تیز ہوا اور بارش میں بھی بوڑھی عورت کا چراغ جل رہا تھا۔ بوڑھی عورت اپنے دیئے کے پاس بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے اور وہ مہاتما بدھ کی طرف آنسوؤں بھری آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ مہاتما بدھ نے اپنی آنکھیں کھول کر بوڑھی عورت کو دیکھا۔ پھر ایک ہاتھ آہستہ سے اوپر اٹھایا اور بڑی میٹھی اور نرم آواز میں کہا:

"میری بہن! تمہارے چراغ میں تیل نہیں تمہارے دل کا خلوص اور سچائی ہے۔ اس لیے وہ نہیں بجھا جن لوگوں کے چراغوں میں صرف تیل تھا وہ بجھ گئے ہیں۔ خدا تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ جاؤ — آج سے تمہاری زبان میں تاثیر آ

جائے گی۔ تم اندھوں کو آنکھوں کی روشنی دو گی اور دکھیوں کو سکھ پہنچاؤ گی۔"

اتنا کہہ کر مہاتما بدھ اٹھ کر چلے گئے۔ بوڑھی عورت کے چہرے پر ایک روحانی جلال تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے اپنا مٹی کا دیا اٹھایا اور تیز بارش میں اسے ہتھیلی پر رکھے ایک طرف روانہ ہو گئی۔ عنبر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ یہی وہ سفید بالوں والی بوڑھی عورت تھی جس سے ملنے کے لیے وہ یہاں آیا تھا۔ بوڑھی عورت بارش اور آندھی کے طوفان میں ہتھیلی پر روشن چراغ رکھے گاؤں کنارے اپنی جھونپڑی میں آ گئی۔ عنبر جھونپڑی کے باہر زمین پر بیٹھ گیا۔ بوڑھی عورت نے روشن چراغ جھونپڑی میں رکھا اور باہر آ کر عنبر کو ماتا بھری نظروں سے دیکھا۔ عورت کے سر کے سفید بال بھری سے کٹے ہوئے تھے مگر پھر بھی وہ چاندی کے تاروں کی طرح لگ رہے تھے۔ بوڑھی عورت عنبر کے قریب آئی تو عنبر تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

عنبر نے کہا:

"ماں جی! میں....."

بوڑھی عورت مسکراتے ہوئے بولی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بیٹا! میں جانتی ہوں تمہیں میرے پاس کس بزرگ نے بھیجا ہے اور تم کیا مقصد لے کر آئے ہو ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔"

عورت جھونپڑی میں گئی۔ اس نے چمڑے کی ایک چھوٹی سی خالی بوتل میں جلتے ہوئے چراغ میں سے زیتون کا تھوڑا سا تیل نکال کر ڈالا۔ اس پر ڈھکنا لگایا اور باہر لا کر عنبر کو دیتے ہوئے کہا:

"بیٹا! یہ میرے دیئے کا تیل ہے۔ اسے جا کر راج کمار کی آنکھوں پر لگا دینا۔"

یہ کہہ کر عورت واپس جھونپڑی میں چلی گئی۔ عنبر نے کچھ دیر وہاں کھڑے ہو کر انتظار کیا کہ شاید نیک عورت باہر آئے۔ مگر جب وہ باہر نہ نکلی تو عنبر نے چمڑے کی بوتل تھیلے میں رکھی۔ سندری کے گھر آ کر گھوڑا کھولا اس کے ماں باپ کو سلام کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپس راج کمار کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ساری رات نہر کنارے گھوڑے پر سفر کرتا رہا۔ دوسرا دن بھی سفر میں گذر گیا۔ شام ہونے والی تھی کہ وہ اس وادی میں داخل ہو گیا۔ جہاں درختوں کے جھنڈ میں ایک جگہ راج کمار کا جھونپڑا تھا۔ عنبر نے دُور سے جھونپڑے کو دیکھا۔ اس کا پتوں کا

دروازہ بند تھا۔ عنبر نے سوچا کہ راج کمار اندر سو رہا ہو گا۔

عنبر گھوڑے سے اتر کر دروازے پر آیا۔ اس نے راج کمار کو آواز دی۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ عنبر نے دروازہ کھول دیا۔ جھونپڑی خالی تھی۔ راج کمار اندر نہیں تھا۔ عنبر نے نہر کنارے جا کر دیکھا۔ آس پاس تلاش کیا۔ راج کمار کہیں نہیں تھا۔ اس نے سارا جنگل چھان مارا۔ اسے آوازیں بھی دیں مگر راج کمار کہیں نہیں تھا۔ عنبر پریشان ہو گیا۔ راج کمار آخر کہاں چلا گیا تھا۔ عنبر تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا کہ صبح دن چڑھے گا تو وہ راجکمار کو پھر تلاش کرنے نکلے گا۔

راج کمار بے چارہ ایک بہت بھاری مصیبت میں پھنس چکا تھا۔

جب راج کمار کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں اور وہ عنبر کو ساتھ لے کر محل سے نکل گیا تو اس کی ظالم سوتیلی ماں رانی کردنا نے سوچا کہ راج کمار مرا نہیں اور ابھی زندہ ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی وہ واپس محل میں آ جائے اور اس کے باپ کے دل میں بیٹے کے لیے رحم پیدا ہو جائے اور وہ اسے تخت پر بٹھا دے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ راج کمار کا کسی طرح کام تمام کروا دیا جائے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چنانچہ رانی کرونا نے راج کمار کے پیچھے اپنے خاص آدمی لگا دیئے کہ جنگل میں اسے ڈھونڈ کر اس علاقے میں پھینک دیا جائے جہاں دلدل ہے اور بڑے زہریلے سانپ رہتے ہیں۔ چار سپاہی راج کمار کی تلاش میں جنگل میں چل پڑے۔ وہ کئی روز تک راج کمار کو ڈھونڈتے رہے مگر وہ اس کی جھونپڑی کا سراغ نہ لگا سکے۔ آخر ایک روز جب کہ عنبر راج کمار کے لیے بوڑھی عورت سے ملاقات کرنے جنگل سے روانہ ہو چکا تھا۔ یہ چاروں سپاہی جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے راج کمار کو دیکھا کہ وہ جھونپڑی کے اندر لیٹا ہوا ہے۔ وہ بے چارہ نابینا تھا اور دیکھ نہیں سکتا تھا۔ سپاہیوں نے راج کمار کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اس کے ہاتھ پیر باندھ ڈالے اور گھوڑے پر ڈال کر جنگل کے سانپوں والے دلدل علاقے میں آ گئے۔

یہاں جگہ جگہ دلدل تھی اور سانپ پھنکاریں مارتے پھرتے تھے۔ ان سانپوں کا زہر اتنا خطرناک تھا کہ جس کو ڈستے تھے اس کی ہڈیاں بھی گل جاتی تھیں۔ سپاہیوں نے راج کمار کو ایک گڑھے میں پھینک دیا جہاں کتنے ہی سانپ رینگ رہے تھے۔ راج کمار گڑھے میں گرا تو اس نے خدا کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ اس گڑھے میں وہی سانپ اپنے دوسرے سانپوں کے ساتھ رہتا تھا جس نے پہلے بھی راج کمار کو کاٹا تھا اور پھر عنبر کے حکم پر اس کا سارا زہر چوس لیا تھا۔ دوسرے سانپ راج کمار کو ڈسنے کے لیے لپکے ہی تھے کہ بڑے سانپ نے راج کمار کو پہچان لیا۔ اس نے سانپوں کو حکم دیا کہ اسے مت کاٹنا۔ سانپ وہیں رُک گئے۔ راج کا منہ بند تھا۔ آنکھیں اندھی تھیں۔ نہ وہ کچھ دیکھ سکتا تھا اور نہ منہ سے آواز نکال سکتا تھا۔ وہ سانپوں کی پھنکاریں سن رہا تھا اور دل ہی دل میں خدا سے اپنی زندگی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ بڑے سانپ نے دوسرے سانپوں سے کہا:

"یہ ہمارا مہمان بن کر یہاں رہے گا۔ میں جا کر عنبر کو تلاش کرتا ہوں جو ہمارے عظیم ناگ دیوتا کا دوست ہے۔"

بڑا سانپ گڑھے میں سے نکل کر جھونپڑے کی طرف آ گیا۔ یہاں ابھی عنبر نہیں پہنچا تھا۔ سانپ واپس چلا گیا عنبر شام کو پہنچا۔ جب رات ہو گئی تو بڑا سانپ ایک بار پھر عنبر کو دیکھنے جھونپڑے کی طرف آیا۔ اس وقت عنبر وہاں آ چکا تھا۔ بڑا سانپ عنبر کے سامنے آ گیا۔ عنبر کو اس نے بتایا کہ راج کمار کو چار آدمیوں نے جو راجہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے سپاہی لگتے تھے سانپوں کے گڑھے میں پھینک گئے تھے مگر وہ ہمارا مہمان بن کر ہمارے پاس خیریت سے ہے۔ عنبر نے بڑے سانپ کا شکریہ ادا کیا اور فوراً جا کر راج کمار کو گڑھے سے نکالا۔ اس کے منہ سے کپڑا نکالا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کھولے اور منہ میں پانی ٹپکایا۔ راج کمار کو ہوش آیا تو اس نے عنبر سے کہا:

"دو تین آدمی میرے جھونپڑے میں آئے اور انہوں نے مجھے قابو کر کے میرے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور یہاں پھینک گئے۔ مجھے سانپوں کے پھنکارنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں مگر کسی سانپ نے مجھے کاٹا نہیں چتا"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! اس کے لیے ہمیں سانپوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

عنبر نے راج کمار کو ساتھ لیا اور جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ اس نے راج کمار سے کہا کہ یہ سازش بھی رانی کردنا کی تھی اور اس نے ایک بار پھر اسے ہلاک کرانے کی کوشش کی تھی تاکہ جب گڑھے سے راج کمار کی لاش ملے تو دنیا پر یہی ظاہر ہو کہ راج کمار کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اندھا ہونے کی وجہ سے سانپوں کے گڑھے

میں گر گیا اور سانپوں کے ڈسنے سے ہلاک ہو گیا۔ راج کمار چپ ہو گیا۔

عنبر نے کہا:

"اب ہمیں اس جنگل سے نکل جانا ہو گا۔ کیوں کہ رانی کے سپاہیوں نے یہ جگہ دیکھ لی ہے۔"

"ٹھیک ہے چتا! ہم کسی دوسری وادی میں چلے جائیں گے۔"

راج کمار یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ عنبر نے راج کمار کو صرف اتنا بتایا کہ وہ جس مہم پر گیا تھا وہ ناکام نہیں ہوئی۔ وہ رات انہوں نے اسی جھونپڑے میں بسر کی۔ دوسرے دن جب صبح ہوئی تو عنبر نے راج کمار کو ساتھ لیا اور اس وادی کو چھوڑ کر ندی کے پار سامنے والے پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر چاہتا تھا کہ راج کمار کو آرام سے بتائے کہ اس کے پاس ایسا تیل آ گیا ہے جس کے لگانے سے اس کی بینائی واپس آ جائے گی۔ اب ہم ڈھائی ہزار سال آگے کی طرف ناگ اور ماریا کی طرف جاتے ہیں۔ وہ ۱۹۴۲ء کے زمانے کے لندن میں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور انہیں پندرہ دن بعد ایک مسافر بردار طیارے کے ذریعے عراق کے دارالحکومت بغداد جانا تھا جہاں ان دونوں نے عنبر کی خوشبو سونگھی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چونکہ جنگ کا زمانہ تھا۔ رات کو بلیک آؤٹ تھا۔ لندن شہر کی کسی عمارت میں روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ شہر سے دُور ایک پرانے ہوائی اڈے پر سے رات کے گیارہ بجے ایک ہوائی جہاز کچھ مسافروں کو لے کر فضا میں بلند ہوا۔ ترکیہ کے شہر استنبول سے ہوتا ہوا یہ ہوائی جہاز دوسرے دن رات کے بارہ بجے بغداد پہنچ گیا۔ یہ بغداد آج سے ہزار بارہ سو سال پہلے کا بغداد نہیں تھا۔ ناگ اور ماریا جہاز سے اتر کر سیدھے ایک ہوٹل میں آ گئے۔ ناگ کے پاس بھارتی کرنسی تھی جس کو تڑوا کر اس نے بغداد کی کرنسی حاصل کر لی۔ رات گزارنے کے بعد ناگ نے ماریا کو ہوٹل میں ہی رہنے کو کہا اور خود عنبر کی تلاش میں بلکہ اس کا سراغ لگانے بغداد کے گلی کوچوں اور شاندار بازاروں میں نکل گیا۔ ماریا کو چونکہ کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اس لیے وہ آسانی کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں رہ سکتی تھی۔ ہوٹل والوں کے لیے تو وہ کمرہ خالی تھا مگر اصل میں ماریا وہاں موجود تھی۔ ناگ کو گئے ایک گھنٹہ ہوا تھا کہ اس کمرے میں ایک بڑی خطرناک شکل والا آدمی داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا اپنے اٹیچی کیس میں سے شیشے کا چھوٹا سا گولہ نکال کر میز پر رکھا اور آنکھیں بند کر کے روحوں کو بلانے کے لیے کوئی وظیفہ

پڑھا اور پھر آنکھیں کھول کر غور سے شیشے کے گولے کو دیکھنے لگا۔ ماریا اس کے قریب ہی کھڑی تھی۔ کمرے میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ اچانک شیشے کے گولے پر کسی روح کی دھندلی دھندلی شکل نمودار ہوئی اور اس نے سرگوشیوں ایسی آواز میں کہا:

"تمہارے پاس جو عورت کھڑی ہے اسے کمرے سے نکالو تب میں تمہیں شاہی لاش کے تہہ خانے کا راز بتاؤں گی۔"

آدمی نے چونک کر ارد گرد دیکھا اور کہا:

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

○

○ شاہی لاش کے تہہ خانے کا راز کیا تھا؟
○ عنبر راج کمار کو لے کر کس حال میں راجہ کے محل میں واپس آیا؟
○ ماریا اس کمرے سے کہاں غائب ہو گئی؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے اگلی قسط نمبر ۶۲ "ماریا قتل ہو گئی" آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیں۔